www.urducouncil.nic.in

Azadi Ka Amrit Mahotsav

G20 भारत 2023 INDIA

مئی 2024 ، قیمت :- ₹10

ماهنامه

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصلویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
مضامین		
بچوں کے امیر خسرو	سلمیٰ حسین	07
گرونانک جی کی دعا سے جاری ہونے والا چشمہ	بانو سرتاج	09
خوبصورت گھونسلوں کی دلچسپ باتیں	محمد قمر سلیم	11
ماں :محبت کی روشن علامت		
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا ہے ماں	فیض رتلامی	16
دنیا کی جنت 'ماں'	عبدالرحمن	17
امی کی لوری	شفیق الدین شایاں	20
... ماں کے جیسا کون ہے	احسان عالم	21
ماں دعا ہے جو سدا سایہ فگن رہتی ہے	ادارہ	22
نظمیں		
اشوک استمبھ	عبدالرزاق دل کھولاپوری	23
سرکس	ذکی طارق	24
اچھا بچہ	انور آفاقی	25
عمل سے بنے گا تو انسان کامل	احمد وکیل علیمی	26
ننھی پری	نصیر احمد عادل	27
زہر کی پڑیا	جاوید مجیدی	28
ننھا پھول	مصباح الدین طارق	29
مٹکا	جاوید رانا	30
قسط وار ناول		
جنگل کی کہانی	رمیش نارائن تیواری مترجمہ : زینت شہریار	31
کہانیاں		
انسان کی قیمت	نذیر احمد یوسفی	38
تین ستارہ منزل	جہانگیر انس	40
ہونہار رہبری	ضیاء الحسن	45
مٹی کی خوشبو	یاور کفیل	48
انشائیہ		
سبزیوں کا مشاعرہ	خاور نقیب	51
صحت اطفال		
آم کی طبی اہمیت	محمد خلیل	56
واقفیت عامہ		
تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات	ادارہ	59
ننھے فنکار		

بچوں کی دنیا

جلد: 12 شمارہ: 05 مئی 2024

مدیر : ڈاکٹر شمس اقبال

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالباری

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ تعلیم، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ/100 روپے

■ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 22-7-110 تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 1-5، پتھرگٹی، حیدرآباد-500002
فون:040-24415194

پیارے بچو!

ماں دنیا کی سب سے عظیم ہستی ہے، دنیا کے تمام مذاہب میں ماں کی عزت اور احترام پر خاص زور دیا گیا ہے، ماں خلوص کا پیکر اور ممتا کی دیوی ہوتی ہے، وہ اپنے بچوں سے بے لوث محبت کرتی ہے، ان کے ہر آرام وسکون کا خیال رکھتی ہے، خود کو بھوکا رکھ کر وہ اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہے، ان کے ہر دکھ درد کو وہ اپنا دکھ درد سمجھتی ہے، اپنے بچے کی خوشی کے لیے اپنے آرام وسکون کو قربان کردیتی ہے، بچہ اگر پریشان ہو تو وہ تڑپ اٹھتی ہے اور ہر ممکن اس کے علاج ومعالجے کا بندوبست کرتی ہے، وہ اپنے بچے کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کا جذبہ رکھتی ہے، ماں کڑی دھوپ میں گھنا سایہ ہے، اس کے بغیر زندگی ادھوری معلوم ہوتی ہے، دنیا کی ہر چیز کو ناپنے کا ایک پیمانہ ہے لیکن ماں کی محبت اور اس کے خلوص کو ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے، ماں کے آغوش میں بچے کو جو سکون واطمینان ملتا ہے وہ کہیں اور نہیں مل سکتا۔

بچو! ماں کی ممتا انمول ہوتی ہے، اس کی ہمیشہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے بچے کو دنیا کی ہر خوشی ملے، وہ بڑے عہدے پر فائز ہو، اس کو دنیا کی تمام آسائشیں اور نعمتیں حاصل ہوں، مشہور سائنس داں تھامس ایڈیسن کے بچپن کا واقعہ آپ سنیں گے تو اس سے بھی ماں کی عظمت اور اس کی تربیت کا اندازہ ہوگا، تھامس کو اسکول والوں نے اس لیے پڑھانے سے منع کردیا کہ وہ دماغی طور پر کمزور ہے اور ان لوگوں نے ان کی ماں کو خط لکھ دیا کہ اسے معذور بچوں کے اسکول میں داخل کروادیا جائے، لیکن اس کی ماں نے اپنے بچے کی تعلیم کی ذمے داری لی، اور بڑے پیار سے تھامس کو گھر پر پڑھایا، لکھایا اور اس کے ذہن اور سمجھ کو دیکھتے ہوئے اسے تعلیم سے آراستہ کیا، آگے چل کر تھامس ایک مشہور سائنس داں بنا اور لائٹ بلب ایجاد کیا۔ ذرا سوچیے اگر اس کی ماں نے حوصلے اور ہمت سے کام نہیں لیا ہوتا اور گھبراہٹ کا شکار ہوگئی ہوتی تو تھامس کی ایجادات سے ہم کیسے واقف ہو پاتے، ماں کے حوصلے، ہمت اور قربانی کی اور بھی بہت سی کہانیاں تاریخ کے صفحات میں درج ہیں۔

بچو! 12 مئی کو یوم مادر (مدرس ڈے) منایا جاتا ہے، اس دن لوگ اپنی ماں کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہیں، ان کے ساتھ وقت گزارتے ہیں، ان کے ساتھ تصاویر سوشل میڈیا پر ڈالتے ہیں، حالانکہ سال کا ہر دن ماں کی عظمت واحترام کا دن ہے، ماں کی محبت کے لیے ایک دن خاص کرنا بالکل بھی مناسب نہیں، ماں کی ممتا کا تقاضہ یہ ہے کہ روزانہ اپنی ماں کے ساتھ بیٹھیں، ان کو وقت دیں، ان کا کہا مانیں، ان کی باتوں کو بغور سنیں، ان کے ساتھ پیار سے بات کریں، اونچی آواز میں ان سے بات نہ کریں، گھر کے کام میں ان کی مدد کریں، آپ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے ماں کو دلی خوشی ہوگی اور ان کے دل سے دعا نکلے گی۔

آپ کا

شمس اقبال

شمس اقبال

قارئین

ڈاک خانہ

فاطمہ اردو پرائمری اسکول، اورنگ آباد، مہاراشٹر

'بچوں کی دنیا' ماہ مارچ کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ سرورق ہولی کے رنگوں میں رنگا اور تہواروں سے متعلق اداریہ بھی خوب ہے۔ رسالے کے مدیر پروفیسر دھننجے سنگھ نے تہواروں کی اہمیت و افادیت کو بڑے اچھے انداز میں بچوں کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس شمارے میں کئی اچھے مضامین، کہانیاں اور خوبصورت نظمیں ہیں۔

طفیل احمد مصباحی کا مضمون 'کامیابی کی تین سیڑھی' بہت پسند آیا۔ اس کے بعض جملے بڑے بیش قیمت اور رہنما اصول ہیں۔ موجودہ دور میں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ہمیں تعلیم کے ساتھ کوئی نہ کوئی ہنر بچوں کو ضرور سکھانا چاہیے۔ کوثر صدیقی کی نظم 'اک انقلاب لائیں' نہایت خوبصورت تخلیق ہے۔ اسے بار بار پڑھنے کو جی کرتا ہے۔ احمد کمال حشمی نے جانوروں پر اچھے قطعات کہے ہیں۔ میں تمام تخلیق کاروں کو ان کی بہتر تخلیقات کے لیے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ناچیز کی ایک نظم 'جھنجھنا' آپ نے شائع کردی اس کے لیے تہہ دل سے دعائیں اور بہت بہت شکریہ!

محمد وزیر عالم، رکسول، ضلع مشرقی چمپارن (بہار)

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' مارچ 2024 کا شمارہ تمام تر رعنائیوں کے ساتھ بصیرت افروز ہوا۔ زیرِنظر شمارے میں دیگر تخلیقات کے علاوہ انصار احمد معروفی اور طفیل احمد مصباحی کے مضامین لائق مطالعہ اور معلومات افزا ہیں۔ ایسے مضامین کی اشاعت نئی نسل کے لیے ذہن سازی کا ذریعہ ہیں۔ شاہنواز ابراہیم اور یاسمین بانو کی کہانیاں بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ اس بار نظموں کا حصہ بھی کافی دلچسپ ہے۔ خصوصی طور پر کوثر صدیقی کی نظم 'اک انقلاب لائیں' کافی عمدہ اور حوصلہ افزا ہے۔ دیگر نظمیں بھی دلچسپی سے بھرپور ہیں۔ تمام قلمکاروں کو مبارکباد!

مصباح الدین طارق، اردو مڈل اسکول، نرکٹیا، ڈاکخانہ، ہتھیار، ضلع: گیا (بہار)

ضلع پریشد اردو بوائز اسکول بودوڈ میں معلمہ نکہت انجم کی جانب سے طلبہ کو ماہنامہ بچوں کی دنیا رسالے تقسیم کیے گئے

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' فروری 2024 کا تازہ شمارہ بک اسٹال سے خریدا۔ سرورق پر منا اور منی کی تصویر کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے پسند آئی۔ جدید دور میں موبائل کا استعمال کرنے کے ساتھ درسی کتابیں پڑھنا بچوں کے لیے آگے چل کر مفید ثابت ہوتا ہے۔ کڑاکے کی ٹھنڈ اور یخ بستر ہواؤں میں قلم کے ذریعے آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ اداریے میں مادری زبان پر آپ کے تاثرات اور دل کو اچھے لگے۔ ڈاک خانہ سب سے اچھا کالم ہے۔ بچوں کے خطوط کا جواب بھی لکھیں تو بہتر ہے۔ غالب کی ظرافت، ہماری زندگی میں پرندوں کی اہمیت نے دل موہ لیا۔ واقعی ضرورت ہے کہ پرندوں کے آشیانوں کا تحفظ کریں اور لوگ عقل سے کام لیں۔ پرندے خدا کی نعمت ہیں۔ نظموں میں قلم موبائل پسند آیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ اخلاقی تربیت پر زور بہت ضروری ہے۔ 'حاسد لومڑی' میں حسد کا انجام موت سے بھی بدتر ہے۔ موگلی کا کردار اچھا لگا۔ چنو میاں نے چوری روک کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ اصلی وفادار دوست بھی اچھا لگا۔ آداب فرزندی نے آنکھیں کھول دیں۔ کرکٹ سے متعلق اچھا لگا۔ بچوں کی مسکان اور تاریخی سائنسی اور ثقافتی معلومات اچھے لگے۔

عبدالمجید مکرو، روانی، کلگام، اننت نگر، کشمیر

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' نومبر 2023 کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ سب سے پہلے میں 'بچوں کی دنیا' کی پوری ٹیم کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ نئے مدیر پروفیسر دھننجے سنگھ کا اداریہ بہت پسند آیا۔ سیدہ نوشاد بیگم کا مضمون 'قوت فیصلہ' نصیحت آموز ہے۔ اس سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ کبھی ہمت نہیں ہارنا چاہیے، مشکلات کا حوصلے سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ ابن سراج قاسمی کی کہانی 'حسد ایک مہلک بیماری' میں حسد کے نفع ونقصان کا اندازہ ہوتا ہے۔ سبھی کو حسد جیسی لعنت سے بچنا چاہیے۔ میگزین میں شامل نظمیں بھی بہت خوب ہیں، خاص کر کوثر صدیقی کی نظم 'میرے بچو!'۔ کہانیوں میں حلیمہ فردوس کی کہانی 'اردو کا جادو' اچھی کہانی ہے۔ یہ اردو زبان ہی کا جادو ہے جو چھوٹے سے بچے ریان کو اردو بولنے کے لیے مہمیز کرتی ہے۔ بقیہ تخلیقات بھی عمدہ ہیں۔

ثمینہ بانو محمد افضال، عبدالقادر صدیقی گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

بچوں کے امیر خسرو

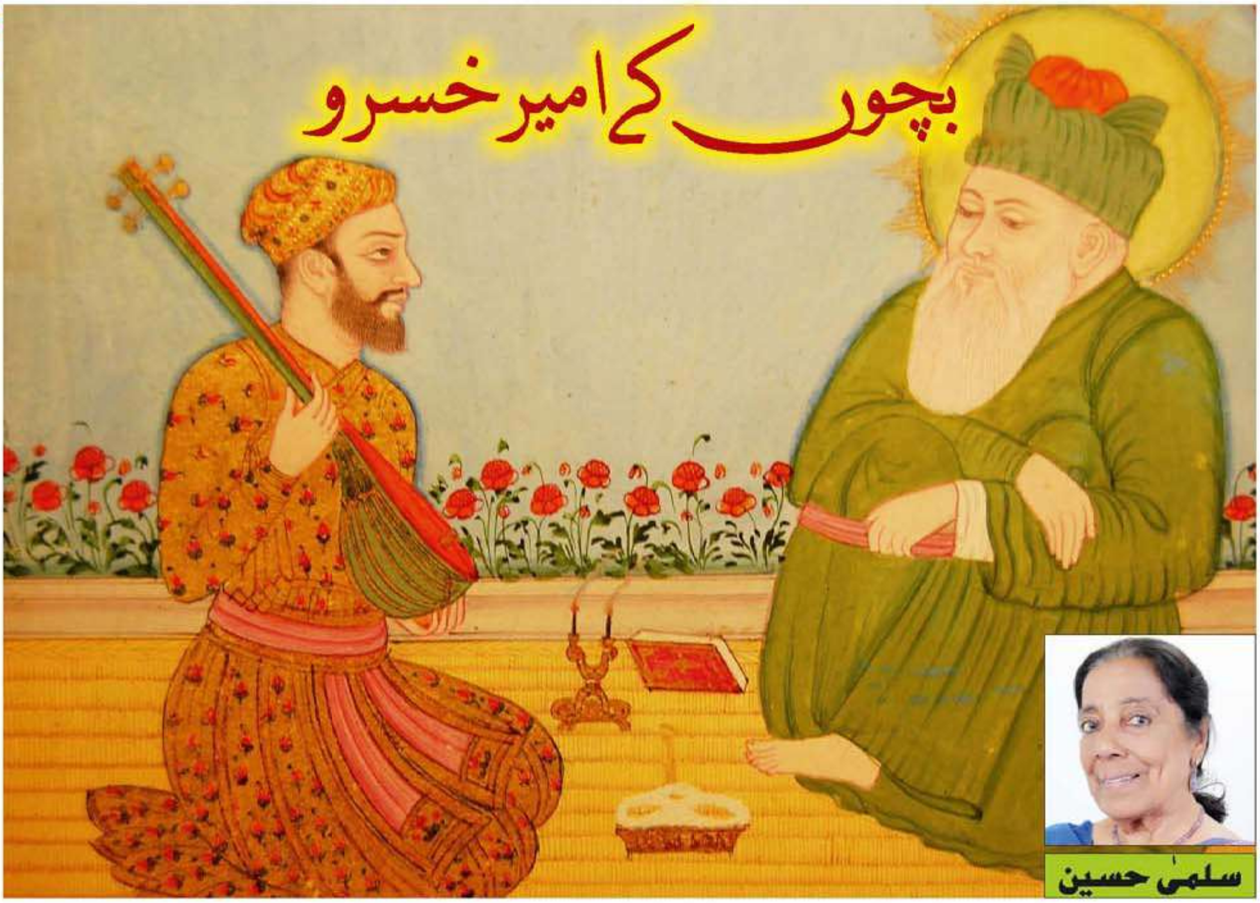

سلمیٰ حسین

آج سے سالہا سال پہلے دہلی شہر میں ایک باکمال بزرگ رہا کرتے تھے جن کا نام ابوالحسن یمین الدین خسرو تھا، لیکن آگے چل کر وہ صرف امیر خسرو کے نام سے مشہور ہوئے۔

امیر خسرو 1253 میں پٹیالی میں پیدا ہوئے۔ پٹیالی اتر پردیش میں گنگا کے کنارے واقع ایک چھوٹے سے موضع کا نام ہے، تب پٹیالی ایک فوجی چھاؤنی تھا۔

آٹھ سال کی عمر میں والد کے سایے سے محروم ہوئے اور اپنے نانا کے پاس دہلی چلے آئے۔ نانا نے خسرو کو بہترین تعلیم دلوائی اور بڑی محبت اور شفقت سے ان کی پرورش کی۔

خسرو کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے بڑا لگاؤ تھا۔ بیس سال کی عمر میں پہلا دیوان ترتیب دیا جس کا نام 'تحفتہ الصغر' ہے۔

بچو! خسرو صرف ایک شاعر ہی نہیں تھے بلکہ نثر نگار، مورخ، ایک سپاہی، درباری، موسیقار اور صوفی بھی تھے۔ انھوں نے سات بادشاہوں کی بادشاہت دیکھی۔ حضرت نظام الدین اولیا ان کے روحانی استاد تھے۔ وہ ایک شوخ، حساس اور حاضر جواب انسان تھے۔ دہلی میں ہر شخص ان کا گرویدہ تھا۔

خسرو نے دلی سے باہر بنگال میں بلبن کے دوسرے بیٹے بغرا خاں کی ملازمت اختیار کی لیکن بنگال کی آب و ہوا انھیں راس نہیں آئی اور وہ جلد دلی لوٹ آئے۔

بلبن کے بڑے بیٹے شہزادہ محمد خسرو کو اپنے ساتھ ملتان لے گئے۔ خسرو وہاں 5 سال تک رہے اور شہزادے

کی وفات کے بعد وہ پھر دلی لوٹ آئے۔ ملتان میں انھوں نے اپنی شاعرانہ صلاحیت کو آگے بڑھایا۔ شہزادے کی وفات پر ایسا مرثیہ لکھا کہ جو اسے سنتا رو دیتا تھا۔ کہتے ہیں انھوں نے ملتان کے پانچ دریاؤں کو اپنی شاعری کے سمندر سے بھر دیا۔

بلبن کا ایک مشہور امیر جو اپنی فیاضی کی وجہ سے حاتم خاں کہلاتا تھا، امیر خسرو کو اپنے ساتھ اودھ لے گیا جہاں وہ گورنر کے عہدے پر مقرر تھا۔ دو سال کے بعد خسرو پھر دہلی لوٹ آئے۔ دہلی سے انھیں بے حد پیار تھا۔ دہلی ان کا محبوب شہر تھا۔

بلبن کا پوتا کیقباد جن دنوں دہلی کا تاجدار تھا تو خسرو نے اس کی تعریف میں قصیدہ لکھا جو سلطان کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے خسرو کو اپنے درباریوں میں شامل کر لیا اور ملک الشعراء کا خطاب دیا۔

خاندان غلاماں کا پہلا دور ختم ہوا اور دہلی کا تاج خلجی سلاطین کے ہاتھ آیا۔ خسرو جلال الدین خلجی کے قریبی درباری تھے۔ ہر رات وہ سلطان کی خدمت میں ایک نئی نظم پیش کرتے تھے۔

خلجی سلاطین کا دور حکومت خسرو کی زندگی کا سنہرا دور تھا۔ اس دور میں انھوں نے 5 مثنویاں اور دو نثر کی کتابیں لکھیں۔ خسرو کی ان مثنویوں کے نام ہیں: آئینہ سکندری، مطلع الانوار، شیریں خسرو، لیلیٰ مجنوں اور ہشت بہشت۔

خسرو نے زندگی بھر اپنے سرپرستوں کو خوش رکھا اور ان کی زندگی کا اصل مرکز دربار نہیں بلکہ حضرت خواجہ نظام الدین الاولیاء کی خانقاہ تھی۔ خسرو اپنے محبوب روحانی استاد کی شان میں کہتے ہیں کہ وہ ایک ایسے شہنشاہ ہیں جن کا نہ تخت ہے نہ تاج لیکن شہنشاہوں کو بھی ان کی خاک پا کی ضرورت ہے۔ خانقاہ اور دربار خسرو کی زندگی کے دو سرے تھے۔

خسرو ایک نامور موسیقار بھی تھے۔ ان کی آواز شیریں تھی، کہا جاتا ہے کہ طبلہ اور ستار انہی کی ایجاد ہے۔ مذہبی موسیقی میں قوالی ان کا بڑا کارنامہ ہے۔

ان سب کے ساتھ ساتھ وہ بچوں کے بھی خسرو تھے۔ ان کی بنائی پہیلیاں آج بھی بڑے شوق سے بوجھی جاتی ہیں۔ آیئے آپ بھی ان کا لطف اٹھایئے:

1 وہ کون سی دولت ہے جسے لوٹانے سے وہ بڑھتی جاتی ہے۔ (علم)

2 وہ کون سی چیز ہے جو قیمتی ہونے کے باوجود بے قیمت ہے۔ (ہوا)

3 وہ کیا چیز ہے جسے دنیا کا طاقتور انسان بھی نہیں روک سکتا۔ (موت)

سالہا سال کے بعد آج بھی امیر خسرو بڑی عقیدت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ ان کی یاد ہمیشہ ہندوستان کی سرزمین سے جڑی رہے گی۔ ان کے جیسا انسان صدیوں میں پیدا ہوتا ہے لیکن ایک دفعہ دنیا میں آنے کے بعد پھر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتا ہے۔

اکتوبر 1325 میں امیر خسرو نے اس دارِفانی سے کوچ کیا اور حضرت نظام الدین اولیا کے نزدیک ہی دفن ہوئے۔

■

Salma Y. Husain
E-52, G.F
Suncity, Sector-54
Gurgaon - 122002 (Haryana)

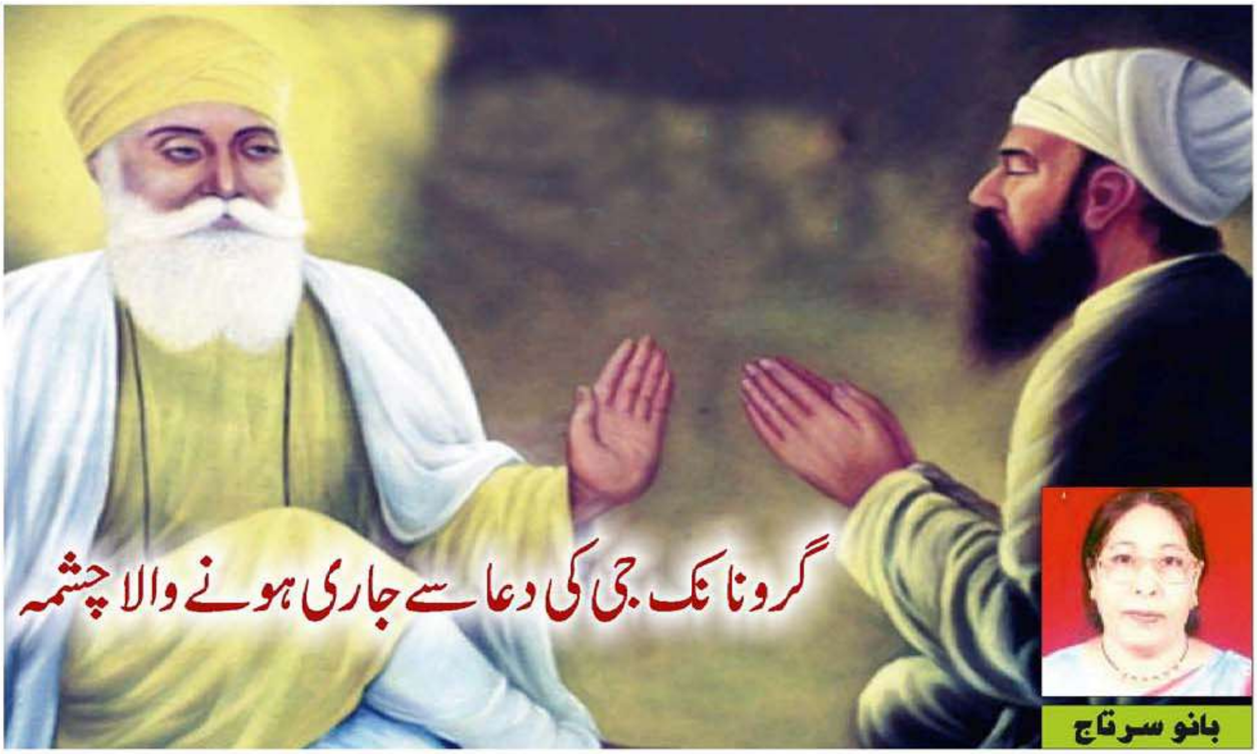

گرونانک جی کی دعا سے جاری ہونے والا چشمہ

بانو سرتاج

گرونانک جی اپنے چہیتے شاگرد مردانا کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ پشاور سے ہوتے ہوئے وہ ایک پہاڑی مقام پر پہنچے۔ وہاں پر ایک درویش رہتے تھے جن کا نام ولی قندھاری تھا۔

ولی قندھاری کا جہاں ڈیرا تھا وہاں میٹھے پانی کا چشمہ بہتا تھا۔ اس چشمے کے علاوہ وہاں دور دور تک پانی دستیاب نہ ہوتا تھا۔ راہگیر اسی چشمے سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ولی قندھاری کو اس بات پر بہت غرور تھا۔ وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

مردانا کو پیاس لگی تو گرونانک نے کہا ''جاؤ، پہاڑی کے اوپر چشمہ ہے۔ ولی قندھاری سے پانی مانگ لاؤ'' مردانہ ان کے پاس پہنچ گیا، پانی مانگا۔

ولی قندھاری نے مردانا سے پوچھا ''گرونانک جی تمھارے ساتھ ہیں؟''

''جی ہاں!'' مردانا نے جواب دیا۔

''وہ یہاں کیوں نہیں آئے؟ ہم سے ملاقات ہوجاتی۔ وہ آتے تو ہم پانی بھی دے دیتے۔'' مردانا سے کوئی جواب دیتے نہ بنا۔

ولی قندھاری نے کہا ''پانی مانگنے تم میرے پاس کیوں آئے؟ اپنے گرو ہی سے پانی کیوں نہ مانگ لیا؟ جاؤ، ان سے کہو کہ تمھارے لیے پانی کا انتظام خود کردیں۔''

مردانہ نے گرونانک جی کے پاس لوٹ کر ولی قندھاری کا پیغام دے کر کہا۔ ''میں پیاس سے بے حال ہو رہا ہوں۔''

گرونانک نے کہا ''دوبارہ ان کے پاس جاؤ اور عاجزی اور انکساری سے پانی مانگو، وہ دے دیں گے۔''

مردانا نے ولی قندھاری کے پاس پہنچ کر عاجزی

سے کہا ''جناب! مجھے بے حد پیاس لگی ہے، چشمے سے تھوڑا پانی لینے کی اجازت دے کر ممنون ہونے کا موقع دیں۔''

ولی قندھاری نے نخوت سے کہا ''کیسا ہے تمھارا گرو جو اپنے شاگرد کو پانی مہیا نہیں کراسکتا، اگر وہ سچے ہیں تو ضرور جانتے ہوں گے کہ پہاڑوں میں کہاں کہاں پانی ہے۔''

مردانا نے لوٹ کر گرونا نک جی کو ولی قندھاری کے جواب سے واقف کرایا۔ گرونا نک جی نے کہا کچھ نہیں۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور بولے ''اپنے قدموں کے پاس کا وہ بڑا پتھر ہٹاؤ۔''

مردانا نے پتھر سرکایا، چشمہ پھوٹ پڑا۔ مردانہ نے سیر ہو کر پانی پیا، مگر قدرت خدا کی، اس چشمے کے رواں ہوتے ہی ولی قندھاری کے چشمے کا پانی بہنا بند ہوگیا۔

غصے میں ولی قندھاری نے ایک بہت بڑی چٹان نیچے لڑھکا دی۔

پتھر لڑھکنے کی آواز سن کر گرونا نک جی نے اوپر دیکھا اور اپنا ہاتھ اوپر اٹھا دیا، چٹان نیچے آکر ان کی ہتھیلی پر ٹک گئی۔

ولی قندھاری کے ہوش اڑ گئے۔ سارا غرور لمحہ بھر میں غائب ہوگیا۔ دوڑتے ہوئے نیچے اترا، گرونا نک جی کے قدموں میں گر پڑا۔ معافی طلب کرنے لگا۔

گرونا نک نے شفقت سے اس کے کندھے کو پکڑ کر اٹھایا اور بولے:

''گھمنڈ کرنا چھوڑ دو۔ جب تک گھمنڈ کا پتھر سر پر اٹھائے پھرو گے خدا کا قرب حاصل نہیں کرسکو گے۔ خدا نے چشموں کا پانی سب کے لیے جاری کیا ہے، تم اس پر قبضہ کیسے کرسکتے ہو؟ پیاسوں کو پانی پلاؤ، خدا تم پر مہربان ہوگا۔''

ولی قندھاری نے گرونا نک جی کے ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگایا۔ بولا ''آپ سچے گرو ہیں۔ آپ نے مجھے صحیح راستہ دکھایا ہے، اب میں صحیح راستے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔''

ولی قندھاری کا چشمہ پھر سے بہنے لگا۔ گرونا نک جی کی دعا سے جاری ہونے والا چشمہ بھی چھل چھل کرتا بہہ رہا تھا۔

■

Dr. Bano Sartaj
Sartaj House, Jindran Nagar
Near 1st MSEB Tower
Pandharkawada Road
Yavatmal - 445001 (Maharashtra)

محمد قمر سلیم

خوبصورت گھونسلوں کی دلچسپ باتیں

بچو! آج ہماری سائنس اتنی زیادہ ترقی یافتہ ہوگئی ہے کہ ہم گھر بیٹھے ہی پوری دنیا کی سیر کر سکتے ہیں۔ اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دنیا ہماری مٹھی میں آ گئی ہے۔ کیا یقین نہیں ہو رہا ہے! ارے بھئی اب ہم سب کے ہاتھوں میں ایک سے ایک خوبصورت، بہت سی خصوصیات سے مزین اسمارٹ موبائل فون ہیں۔ اس ایک فون میں دنیا بھر کی چیزیں سما گئی ہیں۔ اگر آج آپ کو سوئٹزرلینڈ، فرانس، جاپان، روس، امریکہ، سنگاپور جانا ہو تو اٹھاؤ اپنا موبائل اور سیر کر کے آجاؤ۔ بنا پیسے کے سیر ہو جائے گی اور ایک سے ایک خوبصورت عمارتوں کے نمونے آپ دیکھ سکتے ہیں۔ ایسی ایسی عمارتیں کہ عقل حیران رہ جائے۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ عمارتیں اس انسان کی بنائی ہوئی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات ضرور بنایا لیکن اس نے اپنی ہر اس تخلیق کو سمجھ، عقل، ہنر اور اپنے اپنے سماج میں اپنی زندگی گزارنے کے لائق بھی بنایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زندگی بخشی ہے۔ اب چاہے وہ جانور ہوں، کیڑے مکوڑے ہوں یا چرند پرند ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے کیڑوں مکوڑوں، جانوروں، پرندوں کو سماج میں رہنے اور اپنے اپنے گھروں کو بنانے، ان کے نظم ونسق دیکھنے، اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی بے پناہ صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ جب ہی تو یہ بھی پرسکون زندگی گزارتے ہیں۔ اپنی اور اپنے بچوں کی بھوک پیاس مٹانے کے لیے اپنے گھروں سے روزی کی تلاش میں نکل جاتے ہیں۔ جب یہ روزی کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اپنے بچوں کو محفوظ مقام پر چھوڑ کر جاتے ہیں۔ یہ محفوظ مقام ان کے بنائے ہوئے گھر ہوتے ہیں۔ آپ نے چڑیا گھر میں بہت سے جانور اور پرندے دیکھے ہوں گے وہ مقام بھی دیکھے ہوں گے جہاں یہ رہتے ہیں لیکن وہ تمام مقامات انسان کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔

ہم آپ کو کچھ خوبصورت گھونسلوں کے بارے میں بتائیں گے جو فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہیں۔ کچھ بچوں نے چڑیا، کبوتر وغیرہ کے گھونسلے دیکھے ہوں گے۔جن پرندوں کے بارے میں ہم آپ کو بتانے جا رہے ہیں ہوسکتا ہے آپ میں سے کچھ بچوں نے ان کے گھونسلوں کو دیکھا ہو یا ان کے بارے میں سنا ہو۔

سوئفٹ لیٹ کا گھونسلہ

سوئفٹ لیٹ ایک عجیب وغریب پرندہ ہے۔سوئفٹ لیٹ سفید گھونسلے والا پرندہ بھی کہلاتا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔ عام طور سے اس کی لمبائی چودہ سینٹی میٹر ہوتی ہے اور وزن پندرہ سے اٹھارہ گرام ۔ پتلے جسم کے اس پرندے کا رنگ سیاہ بھورا ہوتا ہے۔جسم کے نیچے کا حصّہ سفید یا سیاہ بھورا ہوتا ہے۔دم چھوٹی ہوتی ہے۔ پاؤں کالے ہوتے ہیں۔ مادہ دو سفید غیر چمکدار انڈے دیتی ہے۔

سوئفٹ لیٹ دوسرے پرندوں سے الگ ہوتا ہے۔ اسے اپنا گھونسلہ بنانے کے لیے تنکوں یا ٹہنیوں یا درختوں کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ یہ اپنا گھونسلہ اپنے تھوک سے بناتا ہے۔ ہے نہ عجیب بات! عام طور سے سوئفٹ لیٹ جنگلوں کے اوپر، جنگلوں کے کنارے چٹانوں میں اپنے گھونسلے بناتا ہے۔ یہ اپنا گھونسلہ بہت اونچائی پر بناتا ہے۔ یہ ساحلی علاقوں میں کالونیوں، چونے کے پتھر کے غاروں، چٹان کی دراڑوں میں گھونسلے بناتا ہے۔خطرے کی وجہ سے یہ اپنا گھونسلہ خطرناک چٹانوں پر بناتا ہے۔ اس کا تھوک سخت ہوتا ہے اور یہ اپنے تھوک کی تہوں کو پتھروں میں جمع کرتا ہے۔ یہ اپنے تھوک کو دھاگوں کی طرح ایک دوسرے سے جوڑتے ہوئے اپنے گھونسلے کی تعمیر کرتا ہے۔گھونسلہ بنانے میں اسے چالیس دن لگ جاتے ہیں۔گھونسلے کی لمبائی تقریباً چھ سینٹی میٹر ہوتی ہے اور گہرائی ڈیڑھ سینٹی میٹر ہوتی ہے۔گھونسلہ بنانے کا کام زیادہ تر نر سوئفٹ لیٹ کرتا ہے۔

یہ پرندہ جنوب مشرقی ایشیا میں پایا جاتا ہے۔اس کی زیادہ تر زندگی ہوا میں ہی گزرتی ہے اور کیڑے اس کی خوراک ہیں۔آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس کا گھونسلہ سُوپ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ چین کے لوگوں کی یہ پسندیدہ غذا ہے۔اس کے گھونسلے سے بنا ہوا سُوپ دُنیا کا سب سے مہنگا ترین سُوپ ہے۔ اس سُوپ کی قیمت 3000 ڈالر فی کلو تک ہے۔ سوئفٹ لیٹ کے گھونسلے غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ اس میں کیلشیم، آئرن، پوٹاشیم اور میگنیشیم کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

بالڈ ایگل (عقاب) کا گھونسلہ

عقاب، باز یا شاہین سب سے اونچی اڑان بھرنے والا پرندہ ہے۔ بچو! یہ وہ پرندہ ہے جسے اردو کے بڑے شاعر علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں بہت استعمال کیا ہے اور اس کے ذکر سے نوجوانوں کو غیرت دلائی ہے۔ان

کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

عام طور پر اس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ گھونسلہ نہیں بناتا ہے لیکن بالڈ ایگل اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ یہ پرندہ شمالی امریکہ، الاسکا، کناڈا، شمالی میکسکو کنٹیگوئس یو ایس میں پایا جاتا ہے۔ اس کا نام بالڈ یا گنجا ضرور ہے لیکن یہ گنجا نہیں ہوتا ہے۔ اس کے سر کے بال سفید ہوتے ہیں اور اس طرح جمع ہوتے ہیں کہ دور سے گنجا ہی نظر آتا ہے۔ یہ پرندہ پانی اور قدیم پیڑوں کے آس پاس بہت اونچائی پر رہتا ہے۔

عقاب اپنا گھونسلہ اونچے درخت پر بناتا ہے تا کہ اس کے بچوں کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس کی نظر اتنی تیز ہوتی ہے کہ دور سے ہی خطرے کو بھاپ لیتا ہے اور جلد ہی اپنے گھونسلے میں واپس آجاتا ہے۔ یہ درخت کے درمیان میں ٹہنیوں وغیرہ کو چُن کر ایک بڑا گھر تعمیر کرتا ہے۔ اس کا گھر تیرہ فٹ گہرا، آٹھ فٹ سے زیادہ چوڑا ہوتا ہے۔ امریکہ کے فلوریڈا میں ایک بیس فٹ گہرا اور ساڑھے نو فٹ چوڑا گھونسلہ بھی پایا گیا ہے۔

یہ اپنا گھونسلہ فروری مہینے کے شروع میں بناتا ہے اور فروری مہینے کے آخر میں مادہ عقاب انڈے دیتی ہے۔ نر اور مادہ دونوں انڈوں کو سیتے ہیں۔ مارچ کے وسط سے مئی کے شروع میں انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ ان کے گھونسلوں کو کئی سالوں تک استعمال کیا جاتا ہے۔ کم سے کم مدت پانچ سال ہے۔ مڈویسٹ میں ایک گھونسلہ چونتیس سال تک بھی باقی رہا۔ یہ گھونسلے اتنے بھاری ہوتے ہیں کہ وزن سے شاخیں ٹوٹ جاتی ہیں اور یہ گر جاتے ہیں۔ جہاں درخت نہیں ہوتے ہیں وہاں عقاب زمین پر بھی گھونسلہ بنا لیتے ہیں۔ عقاب اپنے گھونسلے پہاڑوں اور چٹانوں میں بھی بناتے ہیں۔

ہیمر کوپ کا گھونسلہ

کیا آپ نے افریقہ میں رہنے والے پرندے ہیمر کوپ کا نام سنا ہے۔ ہیمر کوپ بھورے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ نہ تو بہت چھوٹا ہوتا ہے اور نہ ہی بہت بڑا بلکہ درمیانہ ہوتا ہے۔ اس کا سر ہتھوڑے کی طرح ہوتا ہے اس لیے اس کا نام ہیمر یعنی ہتھوڑے جیسا سر والا پرندہ پڑ گیا۔ ہیمر کوپ اپنا گھونسلہ درخت کی شاخ پر پانی کے قریب بناتا ہے جیسے ندی، دریا، جھیل، تالاب وغیرہ۔ اس کا گھونسلہ کافی بڑا ہوتا ہے۔ گھونسلے کی تعمیر کے لیے اسے 10 ہزار سے زائد

ٹہنیوں کی ضرورت پڑتی ہے جسے وہ آس پاس سے اکھٹا کرتا ہے اور تقریباً 8 ہفتے میں اپنے گھونسلے تعمیر کرتا ہے۔ مادہ اور نر دونوں مل کر گھونسلے بناتے ہیں۔ ان کا گھونسلہ غیر معمولی ہوتا ہے۔ گھونسلے میں ایک اندرونی چیمبر یا خانہ ہوتا ہے جس میں یہ اپنے انڈے رکھتے ہیں اور یہیں اپنے چوزوں کی پرورش کرتے ہیں۔ یہ عام طور سے مچھلی، کیکڑا، کیڑے اور چوہے وغیرہ کا شکار کرتا ہے ویسے اسے جو بھی مل جاتا ہے کھا لیتا ہے۔ یہ پرندہ خشکی اور تری دونوں میں رہتا ہے۔ یہ پرندہ یمن، مڈاگاسکر، ساؤتھ افریقہ سے لے کر نائجیریا، ایتھوپیا وغیرہ تقریباً آدھے افریقہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

بی ایٹر کا گھونسلہ

یہ شہد کی مکھی کو کھانے والا ایک چھوٹا درمیانہ قد کا پرندہ ہے۔ اس تیز رنگ اور چمکدار پرندے کی 22 قسمیں پائی جاتی ہیں۔ اس کی لمبائی ساڑھے نو انچ تک ہوتی ہے۔ یہ پرندہ اپنے رنگوں کی وجہ سے مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے جیسے سرخ گلے والا، نیلے سر والا، کالے سر والا، سرخ داڑھی والا، جامنی داڑھی والا، نیلے گال والا اور دارچینی جیسا سینے والا، سامنے سے سفید، گلابی اور ہلکے ہرے رنگ والا بی ایٹر۔ نر اور مادہ دونوں ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ اس کی خوراک کی وجہ سے ہی اسے بی ایٹر کا نام دیا گیا ہے۔ یہ پرندہ زیادہ تر افریقہ اور ایشیا، جنوبی یورپ، آسٹریلیا اور نیو گنی میں پایا جاتا ہے۔

بی ایٹر کی چونچ مضبوط اور نیچے کی طرف مڑی ہوئی ہوتی ہے۔ بی ایٹر زمینی چٹان یا دریا کے کنارے ریت پر اپنے گھونسلے بناتے ہیں جو ایک غار کی شکل میں ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے گھونسلے والی جگہیں خطرے سے خالی نہیں ہوتی ہیں۔ زمین پر ان کے گھونسلے شکاریوں کے خطرے سے دوچار ہوتے ہیں جب کہ چٹانوں میں سیلاب کے خطرے سے۔ بی ایٹر اپنے گھونسلے بناتے وقت چٹانوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ بلوں کی کھدائی میں نر اور مادہ دونوں شامل ہوتے ہیں۔ یہ مٹی یا ریت کو تیز چونچوں سے ڈھیلا کرتے ہیں پھر اپنے پیروں سے مٹی کو باہر نکالتے ہیں۔

یہ انڈوں کے لیے سرنگ کے آخر میں ایک بیضوی نما کوٹھری بناتے ہیں۔ مادہ پانچ دن تک روز ایک انڈا دیتی ہے۔ انڈوں پر بیٹھنے کا عمل پہلے دن سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ دن میں دونوں ماں باپ انڈوں کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں لیکن رات میں صرف مادہ ہی انڈوں پر بیٹھتی ہے۔ تقریبا 20 دنوں میں انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ اس کے بچے تیس دن تک گھونسلوں میں رہتے ہیں۔ چھوٹی نسل والے بی ایٹر الگ جگہوں پر گھونسلے بناتے ہیں جبکہ درمیانہ درجے کے بی ایٹر چھوٹی کالونیاں بناتے ہیں اور ہجرت کرنے والے اور بڑے بی ایٹر بڑی کالونیوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ گھونسلے بنانے میں تقریباً بیس دن

لگتے ہیں۔ گھونسلہ بناتے وقت اسے چھوٹا یا بڑا کیا جاسکتا ہے۔ ان کے گھونسلے صرف ایک موسم میں ہی استعمال ہو سکتے ہیں۔

ان کا سماجی نظام کافی پیچیدہ ہے۔ یہ سو سے زیادہ پرندوں والی کالونیوں میں رہتے ہیں کبھی کبھی ان کی تعداد دو سو تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ یہ اپنے والدین، بہن بھائیوں، اولاد، دوستوں اور گھونسلے میں رہنے والے پڑوسیوں کو پہچانتے ہیں۔ تحقیق کرنے والوں کا ماننا ہے کہ یہ غالباً آواز کی شناخت کی بنا پر ان کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ پرندے بہت تیز آواز والے ہوتے ہیں۔ بڑی کالونی میں گھونسلہ بنانے والوں کی آواز دور تک سنی جاسکتی ہے۔ ان کی آواز میں موسیقیت ہوتی ہے اوران کی آواز فضا میں بھی گھومتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے رویوں میں سلام، خوشامد، دھمکی، خطرے کی گھنٹی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ان کی کچھ آوازیں گہری چیخ کی طرح ہوتی ہیں۔

دریا کے کناروں پر ریت میں غار کھود کر یہ پرندہ غار کو اپنے گھونسلے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ یہ اپنی تیز چونچ سے ریت میں سوراخ کرتے ہیں اور پھر اپنے پیروں سے ریت کو سوراخ سے باہر نکالتے جاتے ہیں۔ یہ اپنے گھر کے لیے انتہائی احتیاط اور خوب دیکھ بھال کر جگہ کا انتخاب کرتے ہیں جہاں ریت یا مٹی نرم ہو اور جہاں کوئی خطرہ نہ ہو۔

■

Muhammad Qamar Saleem
A-47, Zakir Bagh, Okhla Road
New Delhi -110025
Mob: 9322645061

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.................. بتاریخ..................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/100 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009
میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون:011-26109746 فیکس:011-26108159, Email.: magazines@ncpul.in

دستخط

فیض رتلامی

تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا ہے ماں

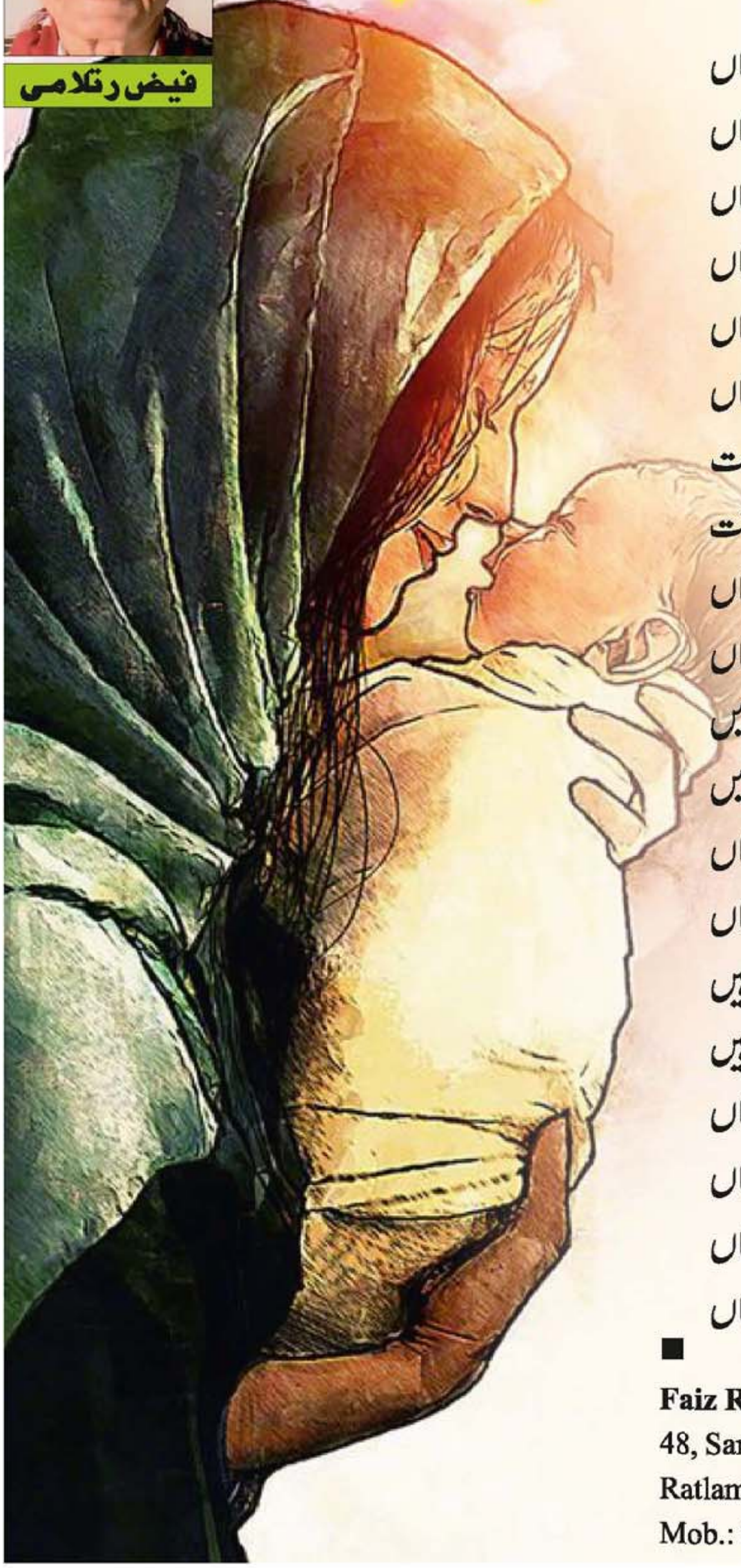

تجھ سے بڑھ کر مجھے کوئی نہیں پیارا اے ماں
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا اے ماں
تیرے بیٹوں میں ہر اک بیٹا دلارا اے ماں
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا اے ماں
دوجہاں میں ترا رتبہ ہے نیارا اے ماں
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا اے ماں
باپ جنت کا ہے دروازہ یہ رب کی حکمت
پاؤں کے نیچے خدا نے رکھی تیرے جنت
تو ہے ہر دور میں بیٹوں کا سہارا اے ماں
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا اے ماں
گیلے میں سوتی تھی، سوکھے میں سلاتی تھی ہمیں
رات میں لوریاں گا گا کے سناتی تھی ہمیں
یاد ہے آج بھی بچپن کا نظارا اے ماں
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا اے ماں
فیض رتلامی کو سب جانتے ہیں مانتے ہیں
تجھ سے پیدا میں ہوا ہوں تو یہ پہچانتے ہیں
تونے آنکھوں کا کہا ہے مجھے تارا اے ماں
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا ہے ماں
تجھ سے بڑھ کر مجھے کوئی نہیں پیارا اے ماں
تیرے بیٹوں نے محبت سے پکارا اے ماں

■

Faiz Ratlami
48, Samta Nagar (Anand Colony)
Ratlam - 457001 (MP)
Mob.: 7879690200

عبدالرحمن

دنیا کی جنت 'ماں'

زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی وجہ سے ہمارے آس پاس موجود ساری چیزیں نعمت ہیں۔ اس لیے ہوا، پانی، سورج، چاند، ستارے بلکہ اس روئے زمین پر موجود تمام نباتات، جمادات اور حیوانات ہمارے لیے بیش بہا خزانہ ہیں۔ ہوا نہ ہوتو سانسیں بند ہوجائیں، پانی نہ ہوتو پیاس سے دم گھٹ جائے، سورج نہ ہوتو ہم روشنی اور اس سے حاصل ہونے والی غذاؤں سے محروم رہ جائیں۔ چاند نہ ہوتو سمندر میں جوار بھاٹے کا آنا بند ہوجائے۔ ستارے نہ ہوں تو مسافر راستہ بھول جائیں۔ پودے نہ ہوں تو پھل پھول، دواؤں اور آکسیجن سے محروم رہ جائیں۔ غرض کہ دنیا میں موجود ساری چیزیں جنھیں پروردگار نے بنایا ہے وہ سب ہمارے لیے نعمت ہیں۔ لیکن ان ساری نعمتوں سے زیادہ فرحت بخش اور بڑی نعمت 'ماں' ہے۔

'ماں' کی تعریف عام لفظوں میں بیان کی جائے تو معلوم ہوگا کہ 'والدہ' یا 'اماں' کو 'ماں' کہا جاتا ہے۔ لیکن اس لفظ کا اصل مفہوم 'ماں' کی ممتا اور اس کی قربانیوں سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ 'ماں' کی محبت اور ایثار کو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ مدت حمل سے ولادت تک ایک 'ماں' کتنی صعوبتوں کو برداشت کرتی ہے اور بچے کو وجود بخشنے کے لیے ہر سرد و گرم کو خوشی اور مسکراہٹوں کے پردے میں دفن کردیتی ہے۔ اس کا مفاد اس کے بچے کے چہرے کی چمک میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر بچہ خوش اور شکم سیر ہے تو 'ماں' شاد و آباد ہے۔ اگر بچہ مریض یا کچھ پریشان ہوتا ہے تو 'ماں' کی پریشانی اور اضمحلال کا عالم ہی عجب ہوجاتا ہے۔ وہ اس کی صحت و تندرستی کے لیے سو سو تدبیریں، دعائیں اور منتیں کرتی ہے۔ 'ماں' کی جانفشانی کے حوالے سے ساحل تسلیمی کی نظم کے یہ بند دیکھیں۔

میری پیدائش پہ تکلیفیں اٹھائیں بے شمار
میں ہوا بھوکا تو دودھ اپنا پلایا بار بار
مجھ کو سینے سے لگا کر ہی اسے ملتا قرار
وہ سراپا مامتا ہے اور اس کو کیا کہوں

دن کو دن اس نے نہ سمجھا اور نہ سمجھا شب کو شب
میری بیماری میں اس کا حال ہوجاتا عجب
وہ دعا کر کے دوا کر کے بھی ڈرتی بے سبب
چھین لیتی میری بیماری، غرض صبر وسکوں

یعنی ’ماں‘ ایک ایسی مخلوق ہے جو بچے کے وجود کی خبر پاتے ہی اس کی خوش حال زندگی کے سپنے دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔ حمل سے شیر خواری تک ذائقے اور چٹخارے والی غذاؤں کا انتخاب بچے کی صحت وتندرستی پر محمول رکھتی ہے۔ ان غذاؤں سے پرہیز کرتی ہے جو جگر گوشے کی تکلیف کا باعث بنے۔ خود بیمار رہتے ہوئے بھی جسم کے آخری قطرے سے بچے کی حلق کو تر کرنے اور شکم سیر کرنے کی خواہش مند رہتی ہے۔

راستوں سے گزرتے ہوئے غریب، پریشان اور عوام کے سامنے ہاتھ پھیلا کر زندگی بسر کرنے والی ماؤں کو دیکھیں ان کے بچے ان کے میلے آنچل میں کس بے خبری کے عالم میں محوخواب ہوتے ہیں اور ان ’ماؤں‘ کو دیکھیں کہ کندھوں پر سوتے ہوئے وہ بچے انھیں بوجھ نہیں لگتے ہیں۔ وہ کندھا بدلتے ہوئے بھی اس بات کا خیال رکھتی ہیں کہ محوخواب راج دلارے کی نید میں خلل نہ ہوجائے۔ یہاں ان راج دلاروں کے لیے منور رانا کا یہ شعر حسب حال لگتا ہے۔

تیرے دامن میں، ستارے ہیں، تو ہوں گے، اے فلک
مجھ کو اپنی ماں کی، میلی اوڑھنی اچھی لگی

اسکول جانے والے بچے اگر اپنی ’ماں‘ کی زندگی پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کس طرح ’ماں‘ صبح کی پر لطف نیند ترک کر کے ان کے اسکول کی تیاریوں میں مصروف رہتی ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کتنی ایسی مائیں ہیں جو جدید ترین علوم سے آراستہ ہونے کے باجود گھریلوں زندگی صرف اس لیے بسر کرتی ہیں کہ ان کے بچوں کی اچھی پرورش ہوسکے۔ بچے ان کی نگاہوں کے سامنے پلیں بڑھیں۔ اولاد کی ضرورتوں کو دائی اور نوکرانی کے بجائے خود پوری کر سکیں۔ یہ سب ایک ’ماں‘ کی قربانی، ایثار نہیں تو اور کیا ہے؟

گہوارۂ مادر علم کی پہلی سیڑھی ہے اور حقیقت ہے کہ ہم خواہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوجائیں ’ماں‘ کے سامنے بچے ہی رہتے ہیں۔ وہ ایک اچھے استاد کی طرح زندگی کے اتار چڑھاؤ کا سبق دیتی ہے، اچھے برے کی تمیز سکھاتی ہے۔ نیک خواہشات اور دعاؤں سے نوازتی رہتی ہے۔ یعنی ’ماں‘ ہی ایک ایسی مخلوق ہے جس کی معذور اولاد بھی دنیا میں موجود ساری نعمتوں سے خوبصورت اور اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔

آج جہاں گلوبلائزیشن نے شہر اور دیہات کی تمیز کو ختم کر دیا ہے۔ ملٹی میڈیا موبائل اور انٹرنیٹ کی دنیا نے دشت وصحرا کی خبر، تصویر اور ویڈیوز تک عام لوگوں کی پہنچ کو آسان بنا دیا ہے۔ ڈسکوری چینل کے ذریعے دکھائی جانے والی جانوروں کی وہ ویڈیوز جن میں ’مائیں‘ اپنے بچوں کو درندوں سے بچانے کے لیے ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہیں اور اپنے وجود کو خطرے میں ڈال کر اپنے جگر پاروں کو بچاتی ہیں۔ انسان کتنا مضبوط اور خوشحال کیوں نہ ہو ’ماں‘ کی موجودگی میں اس کی زندگی خوشحال اور اس کے دشوار مراحل آسان تر ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ’ماں‘ ایک سایہ دار درخت ہے اور اس کا آنچل جاڑا، گرمی اور برسات سے محفوظ رکھنے والا سائبان ہے۔ وہ خلوص

وایثار کی مورتی ہے، جو بے غرض خود کو اولاد پر قربان کر دیتی ہے۔ بغیر کسی ستائش، آرزو اور بدلے کی امید کے اپنی خوشیوں کو بالائے طاق رکھ کر اولاد کی خوشیوں کو پورا کرتی ہے اور باد مخالف کے سامنے سینہ سپر رہتی ہے۔ عباس تابش کا یہ شعر دیکھیں۔

ایک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

'ماں' کی خوبیوں، اس کے فضائل و برکات کو لفظوں میں بیان کرنا بہت آسان کام نہیں، بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ 'ماں' شفقت، محبت، خلوص اور قربانی کا دوسرا نام ہے۔ 'ماں' دنیا کی وہ جنت ہے جس کی بدولت ہر خوشی ممکن ہے۔ منور رانا کا یہ شعر 'ماں' کی عظمت کا ایک بہترین ترجمان ہے۔

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اذاں دیکھی ہے
میں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے

ہر انسان کو چاہیے کہ 'ماں' کی خدمت اور اطاعت کرے اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ اس کی ہر چھوٹی بڑی خواہشوں کو حسن سلوک کے ساتھ پوری کرے۔ انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دے۔ اور اپنی کامیابی میں 'ماں' کی محنت اور مشقت کو کبھی نہ بھولے۔ ایک اچھی اور نیک اولاد کی خوش نصیبی اس سے بڑی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی 'ماں' اس کے سامنے موجود ہو اور وہ اپنی ماں کی ہر خواہش پوری کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو۔

■

Abdur Rahman
Department of Urdu and Persian
St. Stephen's College
University od Delhi
Delhi - 110007
Mob.: 9990552498

شفیق الدین شایاں

امی کی لوری

چندا ماما آئے گا　　دودھ ملائی لائے گا
امی میری کھائے گی　　بچوں کو للچائے گی
چندا ماما آئے گا　　امی کو بہلائے گا
امی خوش ہوجائے گی　　ہنس کر اسے دکھائے گی
چندا ماما آئے گا　　امی کو لے جائے گا
پھر یہ فلک پر جائے گی　　گھوم کے پھر آجائے گی
چندا ماما آئے گا　　پیڑا برفی کھائے گا
امی پانی پلائے گی　　خوشیوں سے اترائے گی
چندا ماما آئے گا　　ساتھ میں نیند کو لائے گا
امی پھر سوجائے گی　　خوابوں میں کھوجائے گی
چندا ماما آئے گا　　چندری ساڑی لائے گا
پہن کے امی گھومے گی　　شایاں کے لب چومے گی

■

Shafique udin Shayaan
C/o Koo-e-Adab
295/2/M/ A.P.C. Road
Kolkata.: 9
Raju Bazar (Saheb Bagan)
Mob.: 9330558938

...ماں کے جیسا کون ہے

احسان عالم

اک بڑی نعمت ہمیں اللہ سے جو ہے ملی
ماں کی ہستی کے سوا ہرگز نہیں کچھ اور بھی

اک پیامِ شادمانی کون ہے ماں کے سوا
ایک لطفِ جاودانی کون ہے ماں کے سوا

مخزنِ صد مہربانی کون ہے ماں کے سوا
رحمتِ رب کی نشانی کون ہے ماں کے سوا

ماں کے جیسا پیکرِ ایثار بھی کوئی نہیں
ماں کے جیسا خطۂ گلزار بھی کوئی نہیں

ماں کے جیسا ہے نہیں کوئی جہاں میں مہرباں
گود ہے ماں کی، مسرت شادمانی کا جہاں

ماں کی ممتا ہے کرم بھی اک خدائے پاک کا
رشتہ پاکیزہ، مقدس، معتبر اور بے ریا

سر پہ جب اولاد کے آنچل کا سایہ ڈالتی
زندگی کی ہر مصیبت کو ہے کرتی دور بھی

ماں کے قدموں کے تلے جنت خدا نے ہے رکھی
اس کی خوشنودی سے پائے گا جگہ اس میں کوئی

ماں کے احسانوں کا بدلہ کوئی دے سکتا نہیں
ماں کا حق اولاد سے ہرگز ادا ہوگا نہیں

مرکزِ ایثار ماں ہے اپنے بچوں کے لیے
شاخِ سایہ دار ماں ہے اپنے بچوں کے لیے

رحمتِ غفار ماں ہے اپنے بچوں کے لیے
ابرِ گوہر بار ماں ہے اپنے بچوں کے لیے

خوشیوں کا انبار ماں ہے اپنے بچوں کے لیے
جامۂ زرکار ماں ہے اپنے بچوں کے لیے

اپنے بچوں کے لیے ہے مطلعِ انوار ماں
اپنے بچوں کے لیے ہے قسمت بیدار ماں

اپنے بچوں کے لیے ہے دافعِ آزار ماں
اپنے بچوں کے لیے پھولوں کا ہے اک ہار ماں

پیکرِ لطف و کرم بھی ماں کے جیسا کون ہے
دافعِ رنج و الم بھی ماں کے جیسا کون ہے

ماں کے احسانات کی احسان خود ہے اک مثال
صدقے میں جس کی دعا کے اس نے پایا ہر کمال

■

Ahsan Alam
Near Al- Hira Public School, Moh: Raham Khan
P.O: Lalbagh, Darbhanga - 846004 (Bihar)

ماں دعا ہے جو سدا سایہ فگن رہتی ہے

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔اس سے تحریر وتقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، خطاب میں زور اور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

'چمن چمن کے پھول' میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر وتقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کرسکیں۔(ادارہ)

ماں باپ اور استاد سب ہیں خدا کی رحمت
ہے روک ٹوک ان کی حق میں تمھارے نعمت

—الطاف حسین حالی

جب چلی ٹھنڈی ہوا بچہ ٹھٹھر کر رہ گیا
ماں نے اپنے لعل کی تختی جلا دی رات کو

—سبط علی صبا

گھر لوٹ کے روئیں گے ماں باپ اکیلے میں
مٹی کے کھلونے بھی سستے نہ تھے میلے میں

—قیصر الجعفری

دعا کو ہات اٹھاتے ہوئے لرزتا ہوں
کبھی دعا نہیں مانگی تھی ماں کے ہوتے ہوئے

—افتخار عارف

اس طرح میرے گناہوں کو وہ دھو دیتی ہے
ماں بہت غصے میں ہوتی ہے تو رو دیتی ہے

—منور رانا

کتابوں سے نکل کر تتلیاں غزلیں سناتی ہیں
ٹفن رکھتی ہے میری ماں تو بستہ مسکراتا ہے

—سراج فیصل خان

گھر کی اس بار مکمل میں تلاشی لوں گا
غم چھپا کر مرے ماں باپ کہاں رکھتے تھے

—ساجد جاوید ساجد

دور رہتی ہیں سدا ان سے بلائیں ساحل
اپنے ماں باپ کی جو روز دعا لیتے ہیں

—محمد علی ساحل

اے رات مجھے ماں کی طرح گود میں لے لے
دن بھر کی مشقت سے بدن ٹوٹ رہا ہے

—تنویر سپرا

مدتوں بعد میسر ہوا ماں کا آنچل
مدتوں بعد ہمیں نیند سہانی آئی

—اقبال اشہر

آج پھر ماں مجھے مارے گی بہت رونے پر
آج پھر گاؤں میں آیا ہے کھلونے والا

—نواز ظفر

باپ زینہ ہے جو لے جاتا ہے اونچائی تک
ماں دعا ہے جو سدا سایہ فگن رہتی ہے

—سرفراز نواز

نظم

عبدالرزاق دل کھولاپوری

اشوک استمبھ

دوستو! میں اشوک کی ہوں لاٹھ
مجھ میں مضمر ہے ایکتا کا پاٹھ
عیسوی پہلے دو ہزار کچھ وَرزش
ملا اشوک سے مجھے آدرش
یوں تو ہے سارناتھ میرا ٹھکان
اور پیارا وطن ہے ہندوستان
یہی میرا وطن ہے برسوں سے
اس سے میری لگن ہے برسوں سے
چکتی الٹے کنول کی مجھ پر ہے
ایکتا کا ہی میرا پیکر ہے
چار مجھ پر بنے کھڑے ہیں شیر
جبر کو گویا جو کریں گے زیر
گھوڑا اور بیل، ہاتھی کی تصویر
ہے کھدی مجھ پہ ان کی بھی تنویر
کھدا مجھ پر اشوک چکر بھی ہے
مجھ کو دراصل اس پہ فخر بھی ہے
کیوں کہ چوبیس آرے ہیں اس میں
اُنتّی کے اشارے ہیں اس میں
لاٹھ صدیوں پرانی میں ہوں دلؔ
ایکتا کی نشانی میں ہوں دلؔ

■

Abdur Razzaqe Dil Kholapuri
Dil Bharti House
At-Post: Kholapur
Taq: Bhatkali
Distt.: Amravati-444802 (Maharashtra)
Mob.: 7304485318

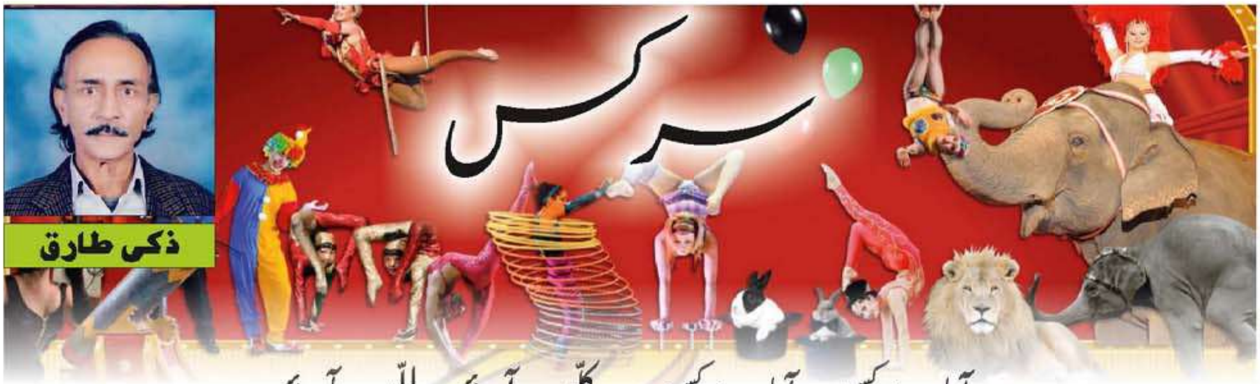

سرکس

ذکی طارق

آیا سرکس آیا سرکس
سب کے من کو بھایا سرکس

کلّو آئے للّو آئے
چنٹو منٹو گڈو آئے
دیکھنے سرکس منّو آئے
ساتھ میں اُن کے بدھو آئے
دادا نے دکھلایا سرکس
آیا سرکس آیا سرکس

شیر بھی اس میں بھالو بھی ہیں
طرح طرح کے جادوٗ بھی ہیں
طوطے بھی ہیں اُلّو بھی ہیں
بَونے اس میں لمبوٗ بھی ہیں
کیا کیا ساتھ میں لایا سرکس
آیا سرکس آیا سرکس

لڑکی سائیکل نچا رہی ہے
ہاتھ چھوڑ کر چلا رہی ہے
کیسے کرتب دکھا رہی ہے
پبلک تالی بجا رہی ہے
تبھی تو یہ کہلایا سرکس
آیا سرکس آیا سرکس

کتا اس میں گِنت لگاتا
طوطا اس میں توپ چلاتا
جوکر جیسے ہی چلاّتا
بونا تھپڑ اسے لگاتا
بستی میں ہے چھایا سرکس
آیا سرکس آیا سرکس

ٹیچر ہم کو لے جائیں گے
سب کو سرکس دکھلائیں گے
دیکھ کے سرکس ہم آئیں گے
گھر میں سب کو بتلائیں گے
ہم کو کتنا بھایا سرکس
آیا سرکس آیا سرکس

بکرا رِکشا چلا رہا ہے
گینڈا کرتب دِکھا رہا ہے
بونا صابن لگا رہا ہے
جوکر داڑھی بنا رہا ہے
نام ہے اس کا مایا سرکس
آیا سرکس آیا سرکس

■

Dr. Zakir Tariq
564, Kela Road,Gaushala Phatak
Ghaziabad - 201009 (UP)
Mob.: 9818860029

انور آفاقی

اچھا بچہ

اچھا بچہ جو ہوتا ہے
دکھ سکھ میں خوش رہتا ہے
صبح کو جاگتا ہے جو بچہ
رحمت رب کی پاتا ہے
جلدی جاگنے والا بچہ
سارے دن خوش رہتا ہے
دشمن اپنا ہے وہ بچہ
دیر تلک جو سوتا ہے
ورزش کرنے والا بچہ
طاقتور بھی ہوتا ہے
دل لگا کر پڑھے جو بچہ
پاس ہمیشہ ہوتا ہے
بچہ ماں کی بات جو مانے
ماں کا پیارا ہوتا ہے
دانا ہے وہ بچہ جو
غصے کو پی جاتا ہے
بچہ جو ہوتا ہے سچا
سب کا دلارا ہوتا ہے
بچو! رات اگر ہے کالی
دن تو اجلا ہوتا ہے
آگ لگاتا جو ہے بچو
اک دن آگ میں جلتا ہے
سپنا دیکھتے رہنا بچو!
سپنا سچا ہوتا ہے
سپنا جاگتی آنکھوں کا
بچو! پورا ہوتا ہے

■

Anwar Afaqi
Hoda Manzil
Rajtoli Bhigo, P.O: Lalbagh
Darbhanga - 846004 (Bihar)
Mob.: 9931016273

عمل سے بنے گا تو انسان کامل

احمد وکیل علیمی

نہ لکھنے نہ پڑھنے سے ہوگا تو عامل
عمل سے بنے گا تو انسان کامل
بنو عدل کے آج سے راہ رَو تم
خلوص اور نیکی کی پھیلاؤ ضَو تم
زمانے میں خود کو تم اکبر بناؤ
زمیں سے فلک تک مقدر بناؤ
زمانے کو ازبر بھی کرنا ہے تم کو
کہ خود کو منور بھی کرنا ہے تم کو
اسی سے شعورِ جہاں ہوگا حاصل
بنو گے جو تم ایک انسان قابل
ہیں ہم ابن آدم تو انساں بنیں ہم
سبھی کے دلوں کا ہم ارماں بنیں ہم
عمل سے بنا لو تم ایسا مقدر
کہ دیکھے زمانہ تو رہ جائے ششدر
بہت پربہار اک نشیمن رہے گا
عمل سے ہی گھر اپنا روشن رہے گا
علیمی عمل کا طرف دار بن کر
دکھایا ہے خود کو ثمردار بن کر

■

Md Wakeel
B.L No.: 4, H. No.: 5
Kankinar 24 - Parganas - 743126 (West Bengal)
Mob.: 9330126756

ننھی پری

نصیر احمد عادل

گھر میں آئی مرے ایک ننھی پری
اس کی آمد سے گھر میں بڑھی ہے خوشی

دیکھنے کو ہیں بے چین سب اک جھلک
صحن دادا میں پھیلی ہے ایسی مہک

پھول کہہ کے کسی نے پکارا اسے
اور کسی نے کہا چاند تارا اسے

نانا نانی نے اس کو ہے تتلی کہا
جان و دل سے ہیں ننھی پری پر فدا

امی ابو کے دل کی ہے یہ لاڈلی
کہہ رہے ہیں سبھی گھر کی ہے روشنی

مامو چاچا بھی اس پر ہیں دل سے فدا
پھوپھی خالہ کو بھی ہے خوشی بے پناہ

گھر کے ہر فرد کے دل کی ہے یہ صدا
نظر بد سے الٰہی اسے تو بچا

دے رہے ہیں سبھی دل سے اپنے دعا
عمر لمبی عطا کر اسے تو خدا

صحن ماں باپ مولا تو آباد رکھ
ان کے قلب و جگر کو سدا شاد رکھ

کرنا اس پہ کرم اپنا تو اے کریم
بخش دینا اسے تو رہ مستقیم

■

Dr. Naseer Ahmad Adil
Kumhroli, Kamtol
Darbhanga - 847304
Mob.: 9431091160

جلوید مجیدی

زہر کی پڑیا

کتنی اچھی گڑیا میری
ہے یہ زہر کی پڑیا میری
جلدی بستر پر جاتی ہے
روز سویرے اٹھ جاتی ہے
رہتی اس کی صحت خوب
کرتی ہے محنت جو خوب
دودھ جلیبی کھاتی ہے
دن بھر شور مچاتی ہے
خوب مزے سے لکھتی ہے
دل بھی لگا کر پڑھتی ہے
تیز بہت ہے پڑھنے میں
مشق ہے کرتی لکھنے میں
گھر جب کوئی مہماں آئے
جلدی دسترخوان بچھائے
ساتھ میں ان کے بیٹھ کے کھائے
کھانے کے آداب بتائے
بولے دائیں ہاتھ سے کھائیں
لقمے کو سب خوب چبائیں
بولے رب کا شکر ادا کر
اس کی ذات سے ہر دم ڈر
مالک بھی خوش ہوگا تجھ سے
لے لو نصیحت تم یہ مجھ سے

■

Jawaid Majidi
5/2 G.C.R.C Ghat Road
Shibpur
Howrah - 711102 (West Bengal)
Mob.: 9433337319
Email.: jawedmajidi@gmail.com

ننھا پھول

مصباح الدین طارق

گھر میں ہے اِک ننھا پھول
خوشبو والا پیارا پھول
ازلان شاہ نام ہے اس کا
غوں غوں کرنا کام ہے اس کا
اس سے دل کا چمن ہے روشن
اس سے مہکے ہے گھر آنگن
امی اس کی نویلا انجم
خالہ ہے تحریمہ انجم
ابو کا دل شاد ہے اس سے
گھر اپنا آباد ہے اس سے
آنکھیں نیلی بال سنہرا
اس کے رخ پر حسن کا پہرا
امی کے دل کی ہے راحت
ازکی کے بازو کی طاقت
جب وہ شرارت پر آجائے
تب تگنی کا ناچ نچائے
ایسے ایسے منھ وہ بنائے
روتے ہوؤں کو بھی وہ ہنسائے
اللہ بچائے ہر آفت سے
طارق کی بھی یہی دعا ہے

■

Misbahuddin Tariq
Urdu Middle School, Narkatiya
P.O: Hathiyar, Via: Bodh Gaya
distt.: Gaya - 824231 (Bihar)
Mob.: 9801996877

جاوید رانا

مٹکا

ہر دم رہتا ہے یہ کھٹکا
ٹوٹ نہ جائے اپنا مٹکا

سارا پانی بہہ جائے گا
پل بھر میں یہ ڈھہ جائے گا
یارو اس کو دو مت جھٹکا
ہر دم رہتا ہے یہ کھٹکا
ٹوٹ نہ جائے اپنا مٹکا

روح فزا ہے پانی اس کا
کوئی نہیں ہے ثانی اس کا
گول مٹول چمکتا مٹکا
ہر دم رہتا ہے یہ کھٹکا
ٹوٹ نہ جائے اپنا مٹکا

سب پیاسوں کی پیاس بجھائے
جلتے جسم میں ٹھنڈک لائے
دور کرے گرمی کا چٹکا
ہر دم رہتا ہے یہ کھٹکا
ٹوٹ نہ جائے اپنا مٹکا

کتنی پیاری ہے یہ گھڑونچی
جیسے کوئی تخت شاہی
جس پر بیٹھے راجا مٹکا
ہر دم رہتا ہے یہ کھٹکا
ٹوٹ نہ جائے اپنا مٹکا

نازک نازک چکنی چکنی
کچی پکی اس کی مٹی
گوری ایسے کمر مت مٹکا
ہر دم رہتا ہے یہ کھٹکا
ٹوٹ نہ جائے اپنا مٹکا

گگری ٹھلیا مٹکی صراحی
مٹی کے سب برتن بھائی
کچے دھاگے سے مت لٹکا
ہر دم رہتا ہے یہ کھٹکا
ٹوٹ نہ جائے اپنا مٹکا

■

Javed Rana
Near Char Mazar
Dr. Zakir Husain, Ward No.: 29
Mominpura
Burhanpur - 450331

قسط 5

جنگل کی کہانی

رمیش نارائن تیواری

مترجمہ

زینت شہریار

قسط وار ناول:

پیارے بچو! ہر عمر کے لوگوں کو قصے اور کہانی سننے کا شوق ہوتا ہے، خاص طور پر بچپن میں کہانیوں سے دلچسپی ہوتی ہے اورسبق آموز کہانیوں سے بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ اسی وجہ سے دادی، نانی اور امی وغیرہ سے کہانیاں سنانے کی فرمائش کرتے ہیں۔ بچوں کی پسندیدہ چیزوں میں جنگل اور جنگلی جانور کافی اہمیت کے حامل ہیں، بچے ٹیلی ویژن پر بھی ایسے کارٹون اور کہانیاں شوق سے دیکھتے ہیں۔

'جنگل کی کہانی' رمیش نارائن تیواری کی عمدہ کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ زینت شہریار نے کیا ہے، بھیڑیا، شیر، بندر، اژدھا، موگلی اور قا وغیرہ اس کتاب میں بیس کہانیاں شامل ہیں جو آپس میں مربوط ہیں۔ بچوں کی دلچسپی اور پسند کے پیش نظر 'جنگل کی کہانی' کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے امید ہے کہ اسے آپ پسند کریں گے اور ان سے سبق بھی حاصل کریں گے۔

اب تک آپ بھیڑیا اور گیدڑ، شیر خاں کی دھمکی، بھیڑیا گروہ میں موگلی کا مطالعہ کرچکے ہیں۔ 'شیر خاں کی سازش' میں یہ بتایا گیا ہے کہ موگلی بھیڑیے کے درمیان ہی بڑا ہوا تھا، اسی لیے وہ تمام بھیڑیوں کو بھائی بہن سمجھتا تھا، اماں بھیڑیانے اسے شیرخاں سے متعلق آگاہ کردیا تھا کہ اس پر بالکل بھی بھروسہ نہ کرنا اس لیے کہ شیراس کی تاک میں ہے، شیرخاں واقعی موگلی کو شکار کرنے کی سازش کررہا تھا، شیرنے کچھ بھیڑیوں کو جوٹھا کھلا کراپنا ہمنوا بنا لیا تھا اور موگلی کے خلاف انہیں بھڑکا دیا تھا، بگھیرا نے موگلی کو سمجھا یاکہ اب وہ انسانوں کی آبادی میں چلاجائے اس لیے کہ کچھ بھیڑیے اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں اور وہ کسی وقت بھی تمہیں جان سے مارسکتے ہیں، یہ سن کرموگلی کو بہت تعجب ہوا اوراس نے کہا کہ وہ تو سب بھیڑیے کو اپنا بھائی سمجھتا ہے تو پھر وہ کیسے اسے جان سے ماریں گے؟اب آگے (ادارہ)

لال پھول کا کرشمہ

لال پھول سے بگھیرا کی مرادآگ تھی، جس سے جنگل کا ہر جاندار خوف محسوس کرتا ہے اور جس کے ڈر سے ان کی روح ہمیشہ خشک ہوتی رہتی ہے۔''لال پھول؟'' موگلی نے پوچھا۔''وہ تو سورج ڈوبنے کے بعد جھونپڑیوں کے سامنے اگتا ہے۔میں آج رات ہی جا کر لے آؤں گا۔اس بیل کی قسم جس نے مجھے خریدا اگر یہ سب حرکت شیر خاں کی ہے تو میں اسے اس کے کیے کا پورا پورا مزہ چکھاؤں گا۔''

کسی اور بات کا انتظار کیے بغیر موگلی جنگل سے بھاگ چلا۔غار کے پاس آکر پہاڑی کے نیچے اترتا ہوا وہ گھاٹی کے بیچوں بیچ بنی آدمیوں کی جھونپڑیوں میں سے ایک کے پاس ٹھٹھک کے رک گیا۔اندھیرا ہوگیا تھا وہ جھونپڑی کے باہر کھڑکی کے نیچے رکھے ہوئے مویشیوں کے چارے کے ڈھیر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد اس نے اٹھ کر کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ گھر کی مالکن انگیٹھی میں رکھی آگ میں بیچ بیچ میں اٹھ کر کوئلے کے ٹکڑے ڈالتی ہے۔جب صبح ہوئی اور باہر سفید اور ٹھنڈے کہرے کا دھند پھیل گیا تب اس نے دیکھا کہ مالکن کے لڑکے نے ایک چھوٹی سی بوری میں بڑی انگیٹھی سے انگارے نکال کرر کھے

اور پھر بورسی (گورسی) کو اپنے کمبل کے نیچے چھپا کر گوشالہ میں گائے بیلوں کو چارہ پانی دینے باہر نکلا۔

موگلی نے چٹ پٹ دروازے سے باہر اس لڑکے کو روکا اس کے ہاتھ سے بورسی (گورسی) چھینی اور گہرے کہرے میں غائب ہوگیا۔لڑکا ایک بار خوف سے چیخ کر رویا اور روتا ہی رہ گیا۔

''یہ لوگ تو بہت کچھ میری ہی طرح ہیں''۔موگلی نے راستے میں بورسی کی آگ میں پھونک مارتے ہوئے سوچا۔ اس نے عورت کو اسی طرح پھونک مارتے دیکھا تھا۔ اگر میں اسے کچھ کھانے کو نہیں دوں گا تو یہ مر جائے گی۔'' یہ سوچ کر اس نے سوکھی ہوئی ٹہنیاں اور سوکھی ہوئی گھاس آگ میں ڈال دی۔

جب وہ آگ لیے ہوئے پہاڑی پر چڑھ رہا تھا تو اسے آدھے راستے میں بگھیرا ملا۔اس کی کالی چکنی کھال پر اوس کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

''وہ لوگ 'اکیلا' کو رات ہی میں مار ڈالتے کیونکہ وہ شکار چوک گیا تھا۔لیکن چونکہ وہ تجھے بھی اسی وقت مارنا چاہتے تھے اس لیے اس کا مارنا ٹل گیا ہے۔وہ تجھے پہاڑی پر ڈھونڈ رہے ہیں تو لال پھول لے آیا، یہ بڑا اچھا ہوا۔''

اس شام موگلی اپنی بورسی چھپائے ہوئے جس وقت جلسہ گاہ پر پہنچا اس وقت 'اکیلا' اپنے نشست سے نیچے اس کے پاس ہی زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ رہنما کا عہدہ خالی ہے۔شیر خاں ادھر سے ادھر چہل قدمی کر رہا تھا۔اس کے پیچھے پیچھے اس کے پچھ لگو بھیڑیے اس کی چاپلوسی کرتے گھوم رہے تھے، بگھیرا موگلی کے پاس آکر لیٹ گیا۔ جب سب لوگ آگئے تب شیر خاں نے بولنا شروع کیا۔ یہ ایک ایسی بات تھی جسے کرنے کی ہمت وہ اکیلا کے دور حکومت میں نہیں کر سکتا تھا۔

بگھیرا کے اکسانے پر موگلی کھڑا ہوگیا اور شیر خاں کے بولنے پر اعتراض کیا۔''آزاد لوگو!'' وہ چیخا ''کیا شیر خاں گروہ کا رہنما ہے؟ ہمارا رہنما کون ہو اور کون نہ ہو، اس سوال سے ایک باگھ کو کیا مطلب؟''

''یہ دیکھ کر رہنما کا عہدہ ابھی خالی پڑا ہے اور بولنے کی گزارش کی جانے پر...'' شیر خاں نے کہنا شروع کیا۔

''کس کی گزارش پر؟'' موگلی نے کہا۔''کیا ہم سب گیدڑ ہیں جو مویشی مارنے اور کھانے والے ایک قصائی کا منہ تاکیں؟ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اپنے رہنما کے انتخاب کا سوال یہ گروہ خود حل کرے گا۔''

اتنا کہنا تھا کہ ''چپ رہ، اے انسان بچہ'' اور ''انسان بچے کو بولنے دو اس نے ہمارے قانون کا ہمیشہ احترام کیا ہے، کی آوازیں آنے لگیں۔آخر میں بزرگ بھیڑیے کے کہنے پر اکیلا نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہنا شروع کیا۔

''آزاد لوگو! اور شیر خاں کے گیدڑو! میں نے کئی برس تک تمھاری رہنمائی کی ہے۔میرے دور قیادت میں کبھی ایک بھی بھیڑیے کو نہ تو چوٹ لگنے پائی اور نہ وہ کبھی کسی شکاری کے جال میں پھنسا۔تم سب جانتے ہو کہ کس طرح میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا۔سازش کر کے مجھے ایک ایسے سانبھر سے بھڑنے پر مجبور کیا گیا جسے اس سے پہلے شکار کے قاعدے کے مطابق کھدیڑ کھدیڑ کر تھکا نہیں دیا گیا تھا۔اس کے پیچھے نیت یہ تھی کہ میں شکار چوک جاؤں اور میں کمزور ثابت ہو جاؤں۔خیر چونکہ میں شکار چوک گیا ہوں اس لیے اب تمھیں اختیار ہے کہ مجھے اس جلسہ گاہ پر

مار ڈالو۔ لیکن اس جنگل کے قانون کے مطابق یہ میرا حق ہے کہ میں تم میں سے ہرایک سے ایک ایک کر کے لڑوں۔'' جواب میں چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ گروہ کا ایک بھی بھیڑیا اکیلا مقابلہ کرنے کو تیار نہیں تھا۔ تب شیر خاں گرجا۔ واہ! ہمیں اس پوپلے اور بغیر دانت والے بیوقوف اکیلا سے کیا مطلب؟ وہ تو یوں ہی اپنی موت مرجائے گا۔ ہمارا مطلب تو انسان بچہ سے ہے۔ آزاد لوگو! اسے میرے حوالے کردو، کیونکہ وہ شروع سے ہی میرے منھ کا نوالہ رہا ہے جسے میرے منھ سے چھین لیا گیا تھا۔ وہ انسان بچہ ہے، آدمی ہے۔ اسے مجھے نہیں دوگے تو میں ہمیشہ تمھارے شکار کے علاقے میں شکار کرتا رہوں گا اور تمھیں ایک بھی ہڈی کھانے کو نہیں دوں گا۔''

آدھے سے زیادہ گروہ چیخ اٹھا آدمی! آدمی! آدمی ہمارے گروہ میں کیوں رہتا ہے؟ وہ اپنے گھر جائے آدمیوں کے بیچ جا کر رہے۔''

لیکن جب شیر خاں نے پھر مانگ کی کہ موگلی کو اس کے حوالے کردیا جائے تب اکیلا غصہ ہوگیا اور بولا۔ وہ ہمارے ساتھ سویا ہمارے ساتھ رہا، ہمارے درمیان بڑا ہوا۔ اس نے ہمارے جیسا کھانا کھایا۔ ہم لوگوں کے لیے شکار میں جانور ہانک کرلایا۔ اس نے جنگل کا ایک بھی قانون نہیں توڑا۔''

شیر خاں بیچ میں ہی چلایا۔ ''انسان بچہ کبھی جنگل کے لوگوں کے درمیان نہیں رہ سکتا۔ اسے میرے حوالے کردو۔''

دوسرے سبھی خوشامدی بھیڑیوں نے چلاکر اس کی تائید کی۔

''...خون کی بات چھوڑ کر باقی سب نقطۂ نظر سے وہ ہمارے بھائی جیسا ہے۔'' اکیلا نے اپنی بات جاری رکھی۔ تم آزاد لوگ شیر خاں کے بہکاوے میں آکر جائز ناجائز کا فرق بھول چکے ہو۔ لیکن میں اپنے گروہ کی عزت

اور حفاظت کے لیے تمھارے سامنے ایک تجویز رکھتا ہوں۔ اگر تم لوگ انسان بچے کو صحیح سلامت اس کے اپنے لوگوں کے پاس چلے جانے دو گے تو میرا وعدہ ہے کہ میں اپنی موت کا وقت آنے پر لڑے بغیر مر جاؤں گا۔ لیکن کسی بھیڑیے کے خلاف ایک بھی دانت نہیں کھولوں گا۔ اس طرح میں تمھیں اپنے ہی بھائی کا قتل کرنے کی بڑی بے شرمی اور گناہ سے بچا سکوں گا۔ اس بھائی کے قتل کرنے سے جسے بھالو نے اپنے قول کے عوض اور بگھیرا نے بیل کی قیمت دے کر گروہ میں شامل کیا تھا۔''

''وہ آدمی ہے! آدمی ہے! آدمی ہے!'' گروہ کے جوان بھیڑیے نفرت سے چلائے اور شیر خاں کے اردگرد اکٹھے ہونے لگے۔ شیر خاں کی پونچھ ایک خاص انداز سے اینٹھ رہی تھی۔ جس کے معنی بہت بھیانک تھے۔ خطرے کی گھڑی آ پہنچی تھی۔

''اب سارا معاملہ تیرے بس میں ہے''۔ بگھیرا موگلی کی طرف مڑ کر بولا'' ہم لوگ تو زیادہ سے زیادہ اپنی حفاظت کے لیے صرف لڑ سکتے ہیں۔ بس'' موگلی ہاتھ میں بورسی لیے ہوئے سیدھا تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے گروہ کی طرف منھ کر کے نفرت کے جذبے سے منھ پھیلا کر ایک جماہی لی۔ بھیڑیوں نے اسے اس سے پہلے کبھی معلوم نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ سب اس سے اتنی نفرت کرتے ہیں۔

''کتوں کی طرح بھونکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ غصے اور تکلیف سے کانپتے ہوئے چیخا۔ ''یوں شاید زندگی بھر بھیڑیا ہی بنا رہتا۔ لیکن آج رات تم نے مجھے اتنی بار بتایا ہے کہ میں آدمی ہوں کہ یہ بات مجھے سچ معلوم ہونے لگی ہے۔ کتو! اب میں آدمی ہی کی طرح تمھیں اپنا بھائی نہیں کتا ہی کہوں گا۔ اب آئندہ کیا ہوگا یہ تم نہیں میں طے کروں گا۔ میں، آدمی، اپنے ساتھ تھوڑا سا لال پھول لے آیا ہوں تاکہ تمھاری سمجھ میں میری ساری باتیں ٹھیک ٹھیک آ سکیں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے بورسی کی آگ زمین پر الٹ دی جس سے شعلے نکل کر ادھر ادھر پھیل گئے۔ چٹان پر پھیلی ہوئی کائی کی ایک سوکھی پرت دہک کر جل اٹھی۔ سارا گروہ دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ موگلی نے تب ایک سوکھی ٹہنی کا سرا آگ میں ڈال کر جلا دیا اور اسے ڈر سے کانپتے ہوئے بھیڑیوں کے بیچ میں گھمایا۔ اسی وقت بگھیرا بولا۔ ''چھوٹے بھائی! اکیلا ہمیشہ تیرا دوست رہا ہے، اب تو اس کی جان بچا کیونکہ حالات تیرے قابو میں ہیں۔''

''ٹھیک! کہہ کر موگلی نے چاروں طرف ایک گہری نظر دوڑائی۔ ''میں دیکھتا ہوں کہ تم سب کتے ہو۔ میں تم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے لوگوں کے پاس جا رہا ہوں۔ اگر وہ سب سچ مچ میرے اپنے لوگ ہیں۔ جنگل کے دروازے میرے لیے اب بند ہو چکے ہیں۔ میں تمھارے ساتھ گزاری ہوئی اپنی طویل زندگی کی یادوں کو بھلانے کی کوشش کروں گا۔''

یہ کہہ کر وہ شیر خاں کی طرف بڑھا جو بیوقوفوں کی طرح پلک جھپکائے بغیر، ہکا بکا اور خوف زدہ ہو کر آگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے شیر خاں کی داڑھی کے بال پکڑے اور چلایا۔ ''اے کتے! اٹھ جب تجھ سے آدمی بات کر رہا ہو تب تجھے اٹھ کر کھڑے ہو جانا چاہیے ورنہ میں تیری روئی دار کھال جھلسا ڈالوں گا۔''

شیر خاں کے کان ڈر سے ڈھیلے لٹکے ہوئے تھے اور اس

کی پلک بند ہوگئی تھی کیونکہ جلتی ہوئی ٹہنی اس کے بہت نزدیک تھی۔

''اس مویشی خور نے ابھی مجھے یہاں مارے ڈالنے کی خواہش ظاہر کی تھی کیونکہ جب میں ننھا بچہ تھا تب یہ مجھے نہیں مار سکا تھا۔ مونچھ کا ایک بال بھی ہلایا لنگڑے تو میں تیری حلق میں لال پھول ٹھونس دوں گا۔'' یہ کہنے کے ساتھ ہی اس نے شیر خاں کی کھوپڑی پر جلتی ہوئی ٹہنی کے چار چھ ہاتھ رسید کردیے۔ شیر خاں بلبلا کر رہ گیا۔

''اے جھلسے ہوئے جنگلی بلے، اب جا۔ لیکن یاد رکھنا کہ جب دوبارہ ایک آدمی کی طرح جلسہ گاہ پر آؤں گا تو اس وقت میرے سر پر تیری کھال کی گٹھری ہوگی اور اے کتو! تم لوگ یاد رکھو کہ اکیلا اپنی مرضی کے مطابق زندہ رہنے کے لیے آزاد ہے اسے مارا نہیں جائے گا تم لوگ یہاں کتوں کی طرح زبان لپلپاتے کیوں بیٹھے ہو؟ بھاگو، بھاگو یہاں سے!''

''نکلو، بھاگو!'' وہ زور سے گرجا۔

جلتی کھال لیے، درد سے چلاتے اور شور مچاتے بھیڑیے جدھر راستہ ملا بھاگ نکلے۔ آخر میں وہاں 'اکیلا' بگھیرا اور دس ایسے بھیڑیے رہ گئے جنھوں نے موگلی کی حمایت کی تھی۔ یکایک موگلی کو اپنے اندر ایک عجیب اور گہری ٹیس سی اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ یہ ٹیس کا درد ایسا تھا کہ اس سے پہلے کبھی اس نے ایسا درد محسوس نہیں کیا تھا۔ اس کی سانس گھٹنے لگی تھی۔ پھر وہ ایک دم سسکیاں لینے لگا اور اس کے گالوں پر آنسو بہنے لگے۔

''یہ کیا ہے، یہ کیا ہے؟'' وہ ایک دم کراہ اٹھا، ''میں جنگل نہیں چھوڑنا چاہتا، لیکن یہ بھی نہیں جانتا کہ مجھے یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا میں مرنے والا ہوں؟''

''نہیں چھوٹے بھائی، یہ تو آنسو ہیں جن کا استعمال آدمی لوگ کرتے ہیں۔'' بگھیرا بولا۔ ''اب میں سمجھ گیا کہ تو بچہ نہیں، پورا آدمی ہوگیا ہے۔ جنگل کے دروازے

تو تیرے لیے اب سچ مچ بند ہو چکے ہیں۔ ارے، انھیں بہنے دے، بہنے دے، موگلی، یہ تو صرف آنسو ہیں۔"

چنانچہ موگلی وہیں بیٹھ گیا اور ایسا پھوٹ پھوٹ کر رویا گویا اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا اس سے پہلے اپنی زندگی میں وہ کبھی نہیں رویا تھا۔ کچھ طبیعت بحال ہوئی تو وہ اٹھا اور یہ کہہ کر کہ اپنی ماں سے رخصت لے لوں، وہ اس ماند میں گیا جہاں اماں بھیڑیا دادا بھیڑیا کے ساتھ رہتی تھی۔ وہاں اماں بھیڑیا کی روئیں دار کھال پر سر رکھ کر زور زور سے بہت دیر تک روتا رہا۔ اس کے چاروں بھیڑیا بھائی دردمند آواز سے "ہوا ہوا" کرتے ہوئے اس کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے۔ "تم لوگ مجھے بھول تو نہیں جاؤ گے؟" موگلی نے دریافت کیا۔

"کبھی نہیں۔ جب تک ہماری جان میں جان ہے، تجھے ہم کبھی نہیں بھولیں گے"۔ بھیڑیا بھائیوں نے جواب دیا۔ "جب تم آدمی بن جانا تب کبھی کبھی پہاڑی کے نیچے آیا کرنا۔ رات کے وقت ہم لوگ کھیتوں میں ملاقات کریں گے اور باتیں کریں گے۔" "جلدی واپس آنا" دادا بھیڑیا بولا۔ "آہ! میرے عقل مند ننھے سے میڈک تو جلدی واپس لوٹنا کیونکہ میں اور تیری ماں دونوں ہی اب جلدی ہی بوڑھے ہو جائیں گے۔" "جلدی آنا، ننھے، ننگے سے بیٹے"۔ اماں بھیڑیا بولی۔ "سن! اے آدمی کے بچے، میں نے تجھے اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیار کیا ہے، اس لیے جلدی واپس آنا۔"

"میں ضرور آؤں گا۔" موگلی نے جواب دیا "اور جب میں واپس آؤں گا تب جلسہ گاہ پر شیر خاں کی کھال بچھانے آؤں گا۔ مجھے بھولنا نہیں، اور جنگل میں سبھوں سے کہہ دینا کہ مجھے بھول نہ جائیں۔"

■

ماخذ: جنگل کی کہانی: رمیش نارائن تیواری، **مترجمہ:** زینت شہریار،
دوسری اشاعت: 2022،
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

انسان کی قیمت

فیروز بخت بڑا دین دار اور اپنی رعایا سے محبت کرنے والا شہزادہ تھا۔ غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ دہلی کے تخت پر بادشاہ بن کر بیٹھنے کی آرزو بچپن سے ہی تھی، لیکن جب وہ دلی کے تخت پر بیٹھا تو خوشی سے نیم پاگل ہوگیا۔

ایک دن ایک محتاج کو خیرات میں اشرفیاں ملیں تو بادشاہ کو اتنی ساری دعائیں دینے لگا کہ بادشاہ کا دماغ ہی پھر گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنے وزیر کو طلب کیا۔ وزیر بے وقتی کی طلبی پر پہلے تو بوکھلایا پھر اپنے آپ کو سنبھالتا ہوا شاہی محل میں آیا اور بادشاہ کے روبرو پیش ہوا۔ ''میری قیمت کیا ہے؟'' بادشاہ نے رعب دار آواز میں وزیر کو سامنے پاکر پوچھا۔ وزیر کے پسینے چھوٹنے لگے، وہ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا، اس لیے دھیمے لہجے میں کہا۔

''حضور بے حساب، بادشاہوں کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔''

''بات کچھ ٹھیک نہیں لگی... کل اس کا جواب دیجیے گا۔''

وزیر بڑا فکر مند ہوا، کئی درباریوں نے مختلف قسم کی رائیں دیں، مگر وزیر کو یہ باتیں پسند نہیں آئیں۔ وزیر بھی کہہ سکتا تھا کہ انسان کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ زندہ ہے تو بادشاہ ہے، وزیر ہے، درباری ہے۔ مرگیا تو ایک مشت خاک اور خاک کی قیمت ہی کیا۔ مگر بادشاہوں کو سچی باتیں پسند نہ آئیں تو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے وزیر سچ بات نہیں کہنا چاہتا تھا۔

اتفاق کہیے کہ کل کے دن شکار پر جانے کا پروگرام پہلے سے بنا ہوا تھا۔ خاص خاص درباری اس شکار پارٹی میں شریک ہوتے تھے۔ اس لیے بادشاہ کو اپنی قیمت جاننے کا خیال ہی نہ رہا اور سارے لوگ مقررہ وقت پر شکار کے لیے نکل پڑے۔

جنگل میں جہاں تک گھوڑے چل سکتے تھے سبھی سوار بادشاہ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ پھر جب گھنا جنگل اور درختوں کی قطاریں بے ترتیب ہوگئیں تو وہ لوگ پیدل تلواروں، نیزوں سے لیس شکار کی تلاش میں دبے قدموں چلنے لگے ایسے میں بھی حسب مراتب خیال ضروری تھا کبھی ایسا بھی ہوا کہ بادشاہ بہت آگے نکل گئے اور ان کے ماتحت بہت پیچھے رہ گئے۔ گھنے جنگل میں شکار پر نظر پڑی تو جیسے خزانہ مل گیا۔ قدموں کی چال مدھم پڑ گئی۔ نظریں شکار پر جم گئیں اور کون کہاں ہے، ہوش و حواس گم ہوگئے۔ بادشاہ نے ہرنی کو تاڑ لیا تھا قریب تھا کہ اٹھا ہوا نیزہ بازوؤں کے زور پر دوڑتا ہوا ہرنی کی نازک گردن میں پیوست ہوجاتا ہرنی نے چونک کر گردن اٹھائی اپنے اردگرد

دیکھا۔ خطرے کی بو محسوس ہوتے ہی ایک زوردار چھلانگ لگا کر گنجان جھاڑیوں میں کہیں گم ہوگئی۔ سنکی بادشاہ پر جیسے بھوت سوار ہوگیا۔ وہ ہرنی کی تلاش میں جھاڑیوں سے الجھتا، درختوں سے ٹکراتا، گھنے جنگل کے اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔ ہرنی کہ چھلاوا، وہ تو نہیں ملی۔ مگر بادشاہ کو جنگل کے اندھیرے میں خود کو تنہا ہونے کا احساس شدت سے ہوا۔ درباری پیچھے چھوٹ گئے تھے۔ غصہ تو آیا مگر یہ خیال بھی فوراً آیا کہ شکار کے پیچھے بھاگتے وقت وہ لوگوں کی پہنچ سے بہت آگے نکل آیا تھا۔

جنگل کی تنہائی نے بادشاہ کو خوف زدہ کر دیا۔ اس نے تلوار ہاتھ میں لے لی کہ کسی درخت کے اوٹ سے کوئی خونخوار درندہ نہ نکل پڑے پھر ادھر ادھر بے تابانہ نگاہیں دوڑائیں کہ کوئی شکار ہی نظر آجائے یا کوئی درباری مگر مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا۔ اب جنگل سے باہر نکلنے اور کچھ کھانے پینے کی فکر بادشاہ کو ستانے لگی تھی۔ کھانے پینے کی یاد آئی تو بھوک کی شدت کا احساس ہوا۔ اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھایا۔ چلتے چلتے کئی گھنٹے بیت گئے مگر منزل نہیں ملی۔ نہ کوئی راج نہ درباری۔ راستے میں گم ہوجانے کا احساس بادشاہ کو ہراساں کرنے لگا۔ گھنا جنگل، اندھیرا اور ایک اکیلا بادشاہ ایسے میں کوئی خوفناک درندہ حملہ آور ہو جائے تو کیا وہ تنہا اس کا مقابلہ کر سکے گا؟ بادشاہ کو اس خیال نے اتنا پریشان کیا کہ وہ اور تیزی سے راستے کی تلاش میں چل پڑا۔ وقت بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اس لیے گھنٹوں پر گھنٹے بیتتے چلے گئے۔ بھوک، پیاس، تنہائی اور گم ہوجانے کا خوف بادشاہ کو اتنا زیادہ تھا کہ وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ بادشاہ وقت ہے۔

جنگل کے درختوں میں بھوک مٹانے کے لیے پھلوں کی تلاش میں نظریں بھٹکنے لگیں اور پیاس بجھانے کے لیے ندی، تالاب یا پانی سے بھرا گڈھا کچھ بھی نظر نہ آیا۔ وقت اتنا گزرا کہ پیدل چلتے چلتے تھکا ہوا بادشاہ جنگل میں کتنی دور نکل آیا بادشاہ کو یہ بھی احساس نہ رہا۔ بس اسے ایک ہی دھن چلنے، دوڑنے اور سوچنے پر مجبور کر رہی تھی کہ کسی بھی انسان کا جنگل میں تنہا رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ اب بادشاہ نے خود کو بادشاہ نہیں، انسان سمجھ لیا تھا۔ اس لیے جان بچانے کی فکر زیادہ تھی۔ کل تک وہ بادشاہ تھا۔ اس کے ارد گرد درباریوں کی بھیڑ رہتی تھی جو اس کی جان کے محافظ بھی تھے اور رہبر بھی مگر یہاں جنگل میں وہ ایک انسان تھا صرف ایک انسان، جو شکار کے چکر میں اپنا راستہ بھول گیا تھا۔

اچانک بادشاہ کو خیال آیا میری حقیقت کیا ہے؟ کچھ نہیں، میری قیمت کیا ہے؟ کچھ نہیں۔ جنگل کے کسی بھی گوشے سے ایک ڈراؤنی صورت آئے اور میرا خاتمہ کر جائے۔ لمحوں میں ایک بادشاہ، عام انسان کی طرح خاک ہو جائے گا۔ انسان جب تک زندہ ہے اس کی قیمت ہے ورنہ مٹی۔

عین مایوسی کے عالم میں ڈھول کے بجنے کی صدا سنائی دی۔ بادشاہ میں نئی توانائی آ گئی، وہ سمجھ گیا کہ اس کے درباری اس کی تلاش میں ہیں اور وہ ڈھول بجا کر اسے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔

■

Nazir Ahmad Yousufi
Urdu Darbar, Jahangiri Mohalla
Rahmania School Street
Asansol- 713302 (West Bengal)

جہانگیر انس

تین ستارہ منزل

شہر کے مرکزی علاقے میں آٹھ ہزار اسکوائر فٹ پر بنی ہوئی تین ستارہ منزل نام کی عمارت اپنی مثال آپ تھی۔ اس عمارت کی خوبی اس کی سادگی تھی اور اس عمارت کی سادگی اپنے اندر کتنی کشش رکھتی تھی کہ اس کے سامنے سے گزرنے والا کوئی بھی شخص چند لمحے رک کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ اس عمارت کے گراؤنڈ فلور میں ایک لائن سے تین پارکنگ گیرج بنے ہوئے تھے۔ ہر گیرج میں بیک وقت دو سے تین گاڑیاں پارک کی جاسکتی تھیں۔ درمیان میں آفس بنا ہوا تھا اور اس کے بغل میں ایک ہال جو جدید طرز آرائش سے مزین تھا۔ اس ہال میں دو سو افراد کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ اوپر تین منزلیں بنی ہوئی تھیں جن کا اندرونی ڈیزائن بالکل ایک جیسا تھا۔ گراؤنڈ فلور کے اندر سے زینہ بنا ہوا تھا جو تینوں منزلوں کو جوڑتا تھا۔ باہر سے ہر منزل کے لیے الگ سے تین زینے بنے ہوئے تھے۔

اس عمارت کے مالک سعید مرزا تھے۔ انھوں نے اس عمارت کو نہایت پلاننگ کے ساتھ تعمیر کروایا تھا۔ سعید مرزا کا شمار شہر کے متمول لوگوں میں ہوتا تھا۔ وہ نہایت ذہین، خوش مزاج اور سلجھے ہوئے شخص تھے۔ ان کے والد ایک زمین دار تھے۔ جیسے ہی زمین داری پر زوال آنا شروع ہوا تو انھوں نے سعید مرزا کو کاروبار سے وابستہ کر دیا۔ سعید مرزا نے وکالت کی تعلیم حاصل کی تھی لیکن ایک فرماں بردار فرزند کی طرح انھوں نے والد کے مشورے پر سر تسلیم خم کر دیا اور کاروبار کو اپنی زندگی کا حاصل بنا لیا۔ شب و روز کی محنت، ذہانت اور اپنے پر خلوص اخلاق

سے انھوں نے بہت جلد کاروبار کو اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔

سعید مرزا کے تین لڑکے تھے۔ارشد مرزا، راشد مرزا اور اختر مرزا۔ تینوں لڑکوں کی شادی ہوچکی تھی اور تینوں باپ بھی بن چکے تھے۔ ان کا گھرانہ دولت مند اور ترقی یافتہ ہونے کے باوجود پرانی قدروں پر پاؤں جمائے ہوا تھا۔ سبھی آپس میں محبت سے رہتے۔ خواتین اور بچے بھی شیروشکر ہوکر رہتے۔ سعید مرزا گھر کے مالک تھے لیکن مالک سے زیادہ وہ فرد کے دوست تھے۔ان کے اخلاق و آداب نے گھر کے ہر فرد کو ان کا مطیع اور فرماں بردار بنا دیا تھا۔

سعید مرزا کا پورا خاندان تین ستارہ منزل کے فرسٹ فلور پر رہتا تھا، دوسرا اور تیسرا فلور کرائے پر دے دیا گیا تھا۔

سعید مرزا ذہن اور مخلص ہونے کے ساتھ ہی ساتھ جہاں دیدہ اور دور اندیش بھی تھے۔وقت یکساں نہیں رہتا، اس کا انھیں بخوبی اندازہ تھا۔ اسی لیے انھوں نے تین ستارہ منزل تعمیر کرائی۔ یہ سوچ کر کہ اگر لڑکے الگ ہو بھی جائیں تو ایک ہی عمارت میں رہیں۔ جگہ کی دوری رشتے کی ڈور کی گانٹھ کو ڈھیلی کر دیتی ہے۔انھوں نے اپنے تینوں لڑکوں کو بھی اپنے کاروبار سے منسلک کر دیا۔

ارشد مرزا کے لڑکے جمال مرزا، راشد مرزا کے لڑکے حامد مرزا اور اختر مرزا کے لڑکے منور مرزا عمر میں چار، چھ مہینے کا فرق تھا۔ سب سے بڑا جمال مرزا تھا۔ تینوں شہر کے ایک مشہور و معروف اسکول میں پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ اس اسکول کی فیس اتنی زیادہ تھی کہ کم آمدنی والا کوئی شخص اس اسکول میں اپنے بچوں کا داخلہ کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ تینوں بچے لائق و فائق تھے۔ دادا کی تربیت نے انھیں بچپن میں ہی مشرقی تہذیب سے روشناس کرایا تھا۔ انھیں اپنی امیری پر ذرا بھی غرور نہیں تھا۔ انور مرزا گرچہ اپنے دونوں بھائیوں سے چند مہینے بڑا تھا لیکن دونوں بھائی اسے بڑے بھائی کا درجہ دیتے اور اس کی ہر بات کو حکم سمجھ کر اس پر عمل کرتے۔ ان کی دوستی کی مثالیں دی جاتیں۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہتا ہے اور اپنے پیچھے بہت سی تلخ و شیریں یادیں اور نقوش چھوڑتا جاتا ہے۔ سعید مرزا بوڑھے ہوگئے تھے۔ وہ بھی ایک دن طبعی زندگی گزار کر خالق حقیقی جا ملے۔ ارشد مرزا بڑے ہونے کی وجہ سے والد کے بہت قریب رہا کرتے تھے۔ سعید مرزا اپنے تینوں لڑکوں میں سب سے زیادہ ان پر بھروسہ کرتے اور اپنے دل کی بات بتاتے رہتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد تینوں بھائی آپسی مشورے کے بعد تمام کاروبار کا بوجھ ارشد مرزا نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ راشد مرزا اور اختر مرزا والد کی طرح بڑے بھائی کا ہاتھ بٹانے لگے۔ یہ سلسلہ بہت دنوں تک قائم نہیں رہ سکا۔ ارشد مرزا ذہین ہونے کے ساتھ کاروبار کے اسرار و رموز میں دونوں بھائیوں سے زیادہ دخل رکھتے تھے۔ انھیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ اتحاد و اتفاق میں بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ کاروبار کی دنیا میں معمولی چوک بھی بڑے خسارے کا سبب بن جاتی ہے۔ اس مقابلاتی دور میں ہر شخص ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

اس سے قبل کہ معمولی اختلافات بڑی شکل نہ اختیار کرلیں ارشد مرزا نے کاروبار کو تین حصوں میں تقسیم کر کے اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں کو ان کی پسند کے کاروبار کا مختار کل بنا دیا، لیکن بات یہیں نہیں رکی۔ دونوں بھائیوں

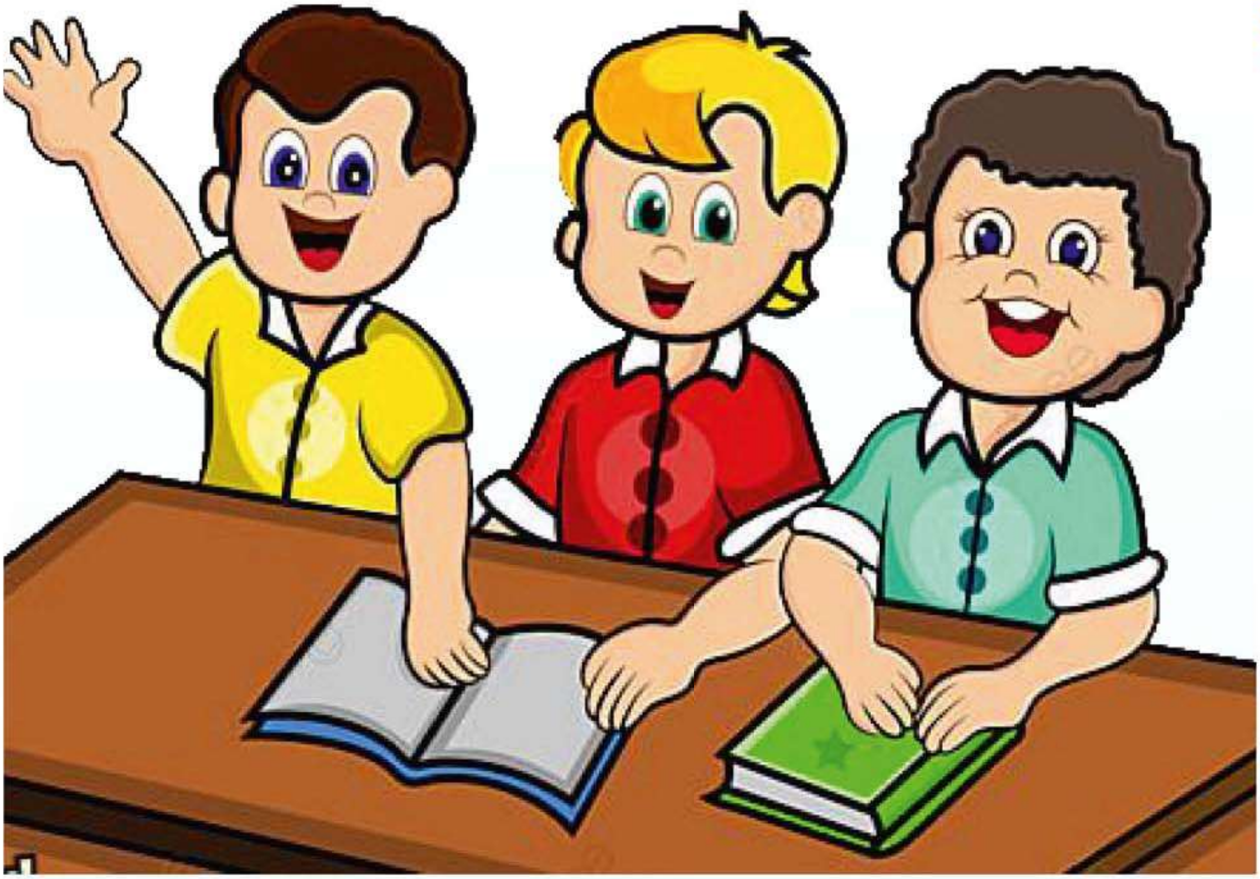

نے الگ رہنے کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ارشد مرزا نے ان کا یہ مطالبہ بھی تسلیم کرلیا اور تین ستارہ منزل کا سکنڈ فلور اور تھرڈ فلور کرایے داروں سے خالی کرا کر ان کے حوالے کر دیا۔ پہلے کاروبار الگ ہوا، پھر کھانا پینا الگ ہوا اور اب رہائش بھی الگ ہوگئی۔

جمال مرزا، حامد مرزا اور منور مرزا خاموشی سے یہ سب دیکھ رہے تھے لیکن ان کی عمر اتنی نہیں تھی کہ اپنے والدین سے سوال کرتے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ دادا جان نے اپنی تمام عمر خرچ کر کے جس باغ کو سینچا ہے اس کی رونق کیوں ختم ہوتی جا رہی ہے۔ تینوں بچے پہلے ساتھ ساتھ رہتے، ہنسی مذاق کرتے، ایک ہی گاڑی پر بیٹھ کر اسکول جاتے۔ لیکن اب ان کے والدین کا حکم تھا کہ اسکول کے بعد تینوں اپنے اپنے گھروں میں رہیں۔ دوسرے کے فلیٹ میں نہ جائیں۔ تینوں الگ الگ گاڑی سے اسکول جانے لگے تھے۔ اسکول میں جب ملتے تو سونی سونی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے۔ وہ اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر جی رہے تھے۔

ایک دن اسکول میں حامد مرزا اور منور مرزا نے ہمت کر کے جمال مرزا سے کہا بھیا ہمارے گھروں میں یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں کیوں ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا ہے۔ پہلے ہم لوگ ساتھ مل کر ایک گھر میں رہتے تھے۔ پہلے کے دن کتنے پیارے اور خوبصورت تھے، مگر دادا جان کے مرتے ہی سب کچھ ختم ہوگیا۔

جمال مرزا کے پاس دونوں چچا زاد بھائیوں کی بات

کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ بھی دونوں کی درد و کرب سے گزر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں نے دونوں بھائیوں کی باتوں کا جواب دیا۔ بڑے بھائی کی آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں نے انھیں بے چین کردیا، دونوں بڑے بھائی کے گلے سے لگ کر رونے لگے۔ دونوں بھائیوں نے اپنی رائے پیش کی کہ کیوں نہ ہم اپنے والدین کے خلاف بھوک ہڑتال کردیں لیکن جمال مرزا نے انھیں منع کیا اور کہا ہمیں وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دل کی آواز ضرور سنے گا اور ایک دن ہمارے والدین کو اپنی غلطیوں کا ضرور احساس ہوگا۔

وقت کی سوئی آگے بڑھتی رہی۔ کاروبار اور گھر کا بٹوارہ ہو چکا تھا لیکن ابھی گیرج، آفس اور میٹنگ روم کا بٹوارہ نہیں ہوا تھا۔ ایک دن دونوں بھائیوں نے گیرج، آفس اور میٹنگ روم کے بٹوارے کا بھی مطالبہ کردیا۔ ارشد مرزا نے دل پر پتھر رکھ کر اس مطالبے کو بھی تسلیم کرلیا لیکن اب ان کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا، انھیں اپنے والد سعید مرزا کی یاد شدت سے آرہی تھی جن سے انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ خاندان کو بکھرنے نہیں دیں گے۔

بالآخر گیرج، آفس اور میٹنگ روم کے بھی تین حصے ہوگئے، آفس اور میٹنگ روم کے اندر دیوار بھی کھڑی ہوگئی۔

کچھ دنوں کے بعد دونوں بھائیوں کو آفس اور میٹنگ روم چھوٹا محسوس ہونے لگا اس لیے انھوں نے فیصلہ کیا کہ اپنا حصہ فروخت کرکے اپنی دنیا الگ بسائیں گے۔

جب یہ بات ارشد مرزا کو معلوم ہوئی تو آفس میں ٹنگی اپنے والد کی تصویر کے سامنے کھڑے ہو کر گھنٹوں روتے رہے اور یہ شکوہ کرتے رہے کہ بابا آپ کا لگایا ہوا باغ سیلاب کی زد میں آ گیا ہے۔ میری تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔

انھیں ایسا محسوس ہوا کہ کوئی انھیں تسلی دے رہا ہے، پرسکون رہنے کی تلقین کر رہا ہے۔ وہ مطمئن ہوگئے۔ انھوں نے بھائیوں کو اپنا حصہ فروخت کرنے کی اجازت دے دی۔ دوسرے دن تین ستارہ منزل پر برائے فروخت کا بورڈ لگ گیا۔

بہت سے خریدار آئے لیکن بھاری بھرکم قیمت سن کر واپس لوٹ گئے۔ ایک دن ایک سفید پوش باریش بزرگ آئے۔ اس وقت اپنے اپنے آفس میں تینوں بھائیوں کے ساتھ ان کے لڑکے بھی موجود تھے۔ خریدار کی آمد کی خبر پا کر دونوں بھائی ارشد مرزا کے آفس میں آگئے۔ جب سے تین ستارہ منزل کے بکنے کی بات چل رہی تھی تینوں بھائیوں کے چہرے پیلے پڑ گئے تھے۔ وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے کہ کوئی خریدار تیار نہ ہو۔ اس لیے وہ فاضل اوقات میں اپنے اپنے والد کے آفس میں ان کے پاس بیٹھ جاتے کہ خریدار کی بات سن سکیں۔

سفید پوش باریش بزرگ نے مطلوبہ قیمت بغیر کسی عذر کے تسلیم کرلیا۔ ارشد مرزا نے پوچھا ''آپ یہ عمارت کیوں خریدنا چاہتے ہیں اور مطلوبہ رقم کو بغیر کسی عذر کے تسلیم کرلیا۔ آپ سے پہلے بہت خریدار آئے لیکن قیمت سن کر خاموشی سے لوٹ گئے۔

سفید پوش باریش بزرگ نے جواب دیا ''بیٹا! تم نے جو قیمت بتائی ہے وہ بہت زیادہ ہے لیکن میرے لڑکوں کی خوشیوں سے بہت کم ہے۔ تم اگر اس کی قیمت اس سے بھی دوگنا طلب کرتے تو بھی میں بغیر عذر کے تسلیم کرلیتا۔

میرے تین لڑکے ہیں۔ تینوں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ کافی دولت کے مالک ہیں لیکن الگ الگ شہروں میں رہتے ہیں، بقول ان کے انھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے سے دور رہ کر وہ اپنی شناخت کھوتے جارہے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ تینوں ایک ہی شہر میں اور ایک ہی عمارت میں مل جل کر رہیں تاکہ اپنے پن کی خوشبو سے ان کا وجود معطر رہے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ ان کے رہنے کے لیے اس عمارت سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہوسکتی۔

بچے سفید پوش باریش بزرگ کی باتیں بہت غور سے سن رہے تھے۔ جب ان کی باتیں ختم ہوئیں تو تینوں کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک آ گئی۔ انھوں نے ملامت بھری نظروں سے اپنے اپنے والد کی طرف دیکھا۔

تینوں کے والد کی نظریں بھی آپس میں ملیں، تینوں کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو چمک رہے تھے۔ ان آنسوؤں میں انھیں اپنے والد کے خوابوں کا خون نظر آیا۔

ارشد مرزا نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے سفید پوش باریش بزرگ سے کہا ’’ہم آپس میں مشورہ کرکے جواب دیں گے۔‘‘

دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ تین ستارہ منزل کے گراؤنڈ فلور کے اندر کے زینے کا دروازہ کھل گیا ہے جو تینوں منزلوں کا مشترکہ زینہ تھا، آفس اور میٹنگ روم میں اٹھائی گئی دیواریں ٹوٹ چکی ہیں، اس دن تینوں بچوں کے چہرے کی رونق اور ہونٹوں کی مسکراہٹ لوٹ آئی۔ تینوں پہلے کی طرح ہی چہکنے لگے۔

دوسرے دن اور اس کے بعد بہت دنوں تک ارشد مرزا سفید پوش باریش بزرگ کا انتظار کرتے رہے تاکہ وہ ان سے معذرت کرسکیں کہ ہم بھائیوں نے اس عمارت کو فروخت کرنے کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ ارشد مرزا آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بزرگ کوئی اور نہیں بلکہ ان کے والد کی روح تھی جو انسانی شکل میں اپنے خواب کو بکھرنے سے بچانے آئی تھی۔ لیکن وہ اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کرتے کہ کہیں یہ بات سن کر لوگ ان کا مذاق نہ اڑانے لگیں۔

■

Jahangeer Uns (Mujibur Rahman)
Rani Pur
Barharia - 841232
Siwan (Bihar)
Mob.: 9162357830

جواب

1	16 اپریل 1853	2	جام جہاں نما	3	1 مئی	4	ہالینڈ کی KLM
5	1953 میں	6	برطانیہ سے 1840 میں	7	ویکلی نیوز	8	ایک لاکھ تیئیس ہزار ڈالر
9	اکیڈمی آف موشن پکچرز کی جانب سے	10	23 اپریل	11	میری کیوری	12	ولیم ورڈس ورتھ
13	انڈین پریمیر لیگ	14	بخار کو کم کرنے کے لیے	15	چونا پتھر	16	پوٹاش
17	سات	18	راشٹرپتی بھون	19	کولکاتا	20	اترپردیش

ہونہار ہری

ضیاء الحسن

روہنہ گاؤں میں گوئند راؤ کلکرنی نام کے ایک شخص رہا کرتے تھے۔ گاؤں میں ان کی کھیتی باڑی تھی۔ انھیں ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام ہری تھا۔ یہ لوگ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے کہ ایک دن اچانک گوئند راؤ کی طبیعت خراب ہوئی اور وہ چل بسے۔ بیوی بچّے بے سہارا ہو کر رہ گئے۔ ہری کو اس کی ماں بہت چاہتی تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنے۔ چنانچہ انھوں نے بیٹے کو اپنے بھائی یعنی اس کے ماموں کے گھر بھیج دیا تاکہ وہ وہاں رہ کر تعلیم حاصل کرے۔ ماموں خانہ پور گاؤں میں رہتے تھے، ہری بھی وہاں جا کر رہنے لگا۔ مگر ماموں کے گھر والوں کا برتاؤ اس کے ساتھ اچھا نہیں تھا۔ ہری کی مامی اس کے ساتھ ہمیشہ ڈانٹ ڈپٹ کرتی رہتی، ماموں سے جھوٹی شکایتیں کر کے اسے پِٹواتی۔ حالانکہ وہ پڑھنے لکھنے کے علاوہ گھر کے چھوٹے موٹے کام بھی کرتا تھا لیکن اس کے باوجود انھیں ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

ایک مرتبہ وہ گاؤں سے دور ایک گرنی سے اناج پسوا کر لا رہا تھا، چلتے چلتے آٹے کا وزنی ڈبہ اچانک اس کے سر سے پھسل کر نیچے گر پڑا۔ گھر پہنچنے کے بعد مامی نے جب دیکھا کہ ڈبے میں آٹا کم ہے تو انھوں نے فوراً ماموں سے شکایت کر دی۔ ہری کی بری طرح پٹائی ہوئی۔ ہری کی مامی اپنے بچوں کے پلیٹوں کا بچا ہوا جھوٹا کھانا اسے کھانے کے لیے دیتی، وہ اسے نعمت سمجھ کر کھالیتا۔ بہرحال بے چارے کے دن بڑی پریشانی میں کٹ رہے تھے۔ پانچویں کلاس میں وہ اپنی پھوپھی کے گھر آ کر رہنے لگا۔ وہ ہر طرح سے اس کا خیال رکھتی، ہری بھی وہاں دل لگا کر پڑھائی کرتا تھا۔ ایک دن اس کا جی چاہا کہ اپنی موسی کے

گھر جا کر ان سے ملے۔ چنانچہ کئی میل پیدل چل کر وہ ان کے گھر پہنچا۔ سب لوگوں سے بڑے ادب سے ملا، بڑی دیر تک موسی سے باتیں کی۔ اتنے میں اس کے موسا آ گئے۔ باتوں باتوں میں وہ اس کی غریبی کا مذاق اڑانے لگے بولے: ''لگتا ہے جناب چار پانچ دن مہمان بن کر رہنے کے اِرادے سے آئے ہیں۔'' ان کی باتیں ہری کو بری لگیں۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے اجازت چاہی اور اپنے گھر کی راہ لی۔ کسی نے نہ تو اسے روکا اور نہ کھانے کے لیے پوچھا۔ اندھیری رات میں کانٹوں بھری پگڈنڈیوں سے گزرتا ہوا وہ رات دیر گئے گھر پہنچا۔ سب لوگ سو چکے تھے۔ پھوپھی یہ سمجھی کہ موسی کے گھر میں ہری کی آؤ بھگت ہوئی ہوگی۔ جبکہ بھوک کی شدت سے اس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ وہ بہت خوددار لڑکا تھا، بھوکا ہی سو گیا۔ موسی کے گھر والوں کے رویہ کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہا۔

ایک دن کسی نے آ کر مشورہ دیا کہ ہری کو نا ندیڑ شہر کی سنسکرت پاٹھ شالا میں شریک کرا دیا جائے، پوجا پاٹھ وغیرہ سیکھ کر وہ اپنا گزارا کر لے گا۔ چنانچہ اسے پاٹھ شالا میں شریک کرا دیا گیا۔ وہاں کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی تھی، کھانا پینا اور رہنا سب مفت تھا۔ ہری کی عمر اس وقت 11 سال تھی۔ وہ دل لگا کر پڑھتا، لیکن اسے اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کی بڑی خواہش تھی۔ ایک دن اس نے قریب کے اسکول میں جا کر ساتویں کلاس میں داخلہ لے لیا، مگر ایسا کرنا پاٹھ شالا کے اصولوں کے خلاف تھا۔ چنانچہ اس جرم میں ہری کا نام پاٹھ شالا سے خارج کر دیا گیا۔ وہ ایک مٹھ میں رہ کر اسکول کی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ جان پہچان کے چند گھر والوں سے روزانہ تھوڑا تھوڑا کھانا مانگ کر لاتا، اسی پر اس کا گزارا تھا۔

ایک دن کسی شریر لڑکے نے کھانا دینے کے بجائے اس پر کُتّا چھوڑ دیا۔ کتے نے اس کا پیر چبا ڈالا لیکن اس حالت میں بھی اس نے اسکول ناغہ نہیں کیا۔ پڑھنے لکھنے سے ہری کی دلچسپی دیکھ کر ایک ہمدرد ٹیچر نے اس کی پڑھائی لکھائی کا سارا خرچ اپنے ذمے لے لیا، اور کھانے پینے کا بندوبست اپنے چند دوستوں کے گھر کرا دیا لیکن یہاں بھی پریشانیوں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ایک مرتبہ وہ لوگ جن کے گھر جا کر ہری صبح اور شام کھانا کھایا کرتا تھا، اسے کوئی اطلاع دیے بغیر کہیں چلے گئے۔ ہری بہت پریشان ہو گیا۔ بھوک لگتی تو نل پر جاتا اور پیٹ بھر پانی پی لیتا۔ آخر تیسرے دن وہ بھوک سے نڈھال اپنے اسکول جا رہا تھا۔ راستہ میں اس نے دیکھا کہ ایک گھر میں کسی تقریب کی دھوم دھام ہے۔ گھر کے مالک سے مل کر اس نے بڑے ادب سے کہا ''جناب! مجھے کوئی کام دیجیے، بڑی مہربانی ہوگی۔ انھوں نے اسے اپنے گھر میں پانی بھرنے کا کام دیا، ہری خوشی خوشی اس کام میں مصروف ہو گیا، کیونکہ اسے امید تھی کہ اتنی محنت کے بعد آج تیسرے دن ہی سہی پیٹ بھر کھانا ضرور ملے گا۔ کچھ دیر بعد گھر کے مالک اندر گئے اور مکئی کا ایک بُھٹّا لا کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا، جو ان کی نظر میں ہری کی محنت کا معاوضہ تھا۔ ہری نے ان سے کچھ نہیں کہا اور چپ چاپ اپنے اسکول کی راہ لی۔ انٹرویل میں سب بچے اسکول کے صحن میں کھیل رہے تھے، لیکن وہ ایک کونے میں اُداس بیٹھا تھا۔ ''بیٹے! کیا آج تم نے کھانا کھایا؟'' اسکول کے ایک چپراسی نے محبت بھرے

لہجہ میں پوچھا۔ یہ سنتے ہی ہری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ چپراسی نے اس کے ہاتھ میں چار آنے تھمائے۔ ہری نے ایک آنے کی مونگ پھلیاں خریدیں اور تین آنے کے آلو۔ اگلے دو دن اس نے اُبلے ہوئے آلو کھا کر گزارے۔

ہری دن رات خوب پڑھائی کرتا تھا۔ اپنے چھوٹے موٹے خرچ کے لیے اسکول کے انٹرویل میں مونگ پھلیاں بیچتا۔ اس طرح کے کٹھن حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اس نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسے ایک اچھے کالج میں داخلہ مل گیا۔ جس ٹیچر نے اس کے تعلیمی خرچ کا ذمّہ لیا تھا اب وہ اسی کالج میں لکچرر بن چکے تھے۔ انھوں نے ہری کو اپنے کالج میں 25 روپے ماہوار کی نوکری دلوادی۔ اس کا کام لائبریری کی صفائی کرنا اور کتابوں کو الماریوں میں ترتیب سے رکھنا تھا۔ اپنی چھوٹی سی تنخواہ میں سے پیسے بچا کر اپنی ماں کو بھیجنا وہ کبھی نہیں بھولتا تھا۔ ماں اسے خوب دعائیں دیتی۔ ہری نے کالج کی پڑھائی بھی بڑی محنت سے کی اور بی۔ اے میں اچھے نمبرات سے پاس ہوا۔ اسے اپنے ہی اسکول میں ٹیچر کی نوکری مل گئی، لیکن اس نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ ایم اے انگریزی کے امتحان میں وہ یونیورسٹی بھر میں اوّل آیا۔ اسے گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔ اخباروں میں اس کی تصویریں چھپیں۔ سب نے اسے مبارکباد اور اس کی محنت کی داد دی۔ ہری کو کالج میں انگریزی کے لکچرر کی نوکری مل گئی۔ یہ وہی کالج تھا جہاں اس نے 25 روپے ماہوار کی تنخواہ پر نوکری کی تھی۔ اب اس نے انگریزی ادب پر ریسرچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سبھی اساتذہ نے اس کی ہمت بڑھائی۔ اس تحقیقی کام کے لیے اسے امریکہ کی 'فل برائٹ فیلوشپ' یعنی ایک باوقار وظیفہ ملا۔ یہ وظیفہ ملک کے چند انتہائی ذہین طالب علموں کو دیا جاتا ہے۔ اس طرح ہری کو امریکہ، کناڈا اور ویسٹ انڈیز جانے کا موقع ملا۔ اس نے وہاں رہ کر خوب علم حاصل کیا۔ انگریزی کے بڑے بڑے ادیبوں سے ملاقاتیں کیں، ان سے بہت کچھ سیکھا۔ اس کے اعلیٰ تحقیقی کام پر یونیورسٹی نے اسے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری سے نوازا۔ اس طرح وہ ہری سے ڈاکٹر ہری ہر کللکرنی بن گیا۔ جس اسکول میں ہری نے انٹرویل کے دوران مونگ پھلیاں بیچی تھیں اب وہ اسکول ایک بڑا کالج بن چکا تھا۔ وہاں کے ذمے داروں نے اسے کالج کا پرنسپل بنا دیا۔ ہری ہر کللکرنی نے اس کالج کو بڑی محنت سے ترقی کی بلندیوں تک پہنچایا۔ وہ آج بھی ایک قابل محنتی ایماندار اور ہمدرد ٹیچر کی حیثیت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ انھیں کئی اعزازات ملے۔ غریب طالب علموں کی مالی مدد اور ذہین طلبہ کی صحیح رہنمائی وہ خوشی خوشی کیا کرتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی انھوں نے اپنا زیادہ وقت پڑھنے لکھنے میں گزارا۔ ان کی زندگی بہت سادہ تھی۔ وہ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملتے۔ سنگیت سے بھی انھیں دلچسپی تھی۔ ان کی زندگی کے آخری دن پونا میں گزرے۔ سچ ہے جو شخص ہمت نہیں ہارتا اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایماندارانہ طریقے سے مسلسل کوشش کرتا رہتا ہے کامیابی ایک نہ ایک دن اس کے قدم ضرور چومتی ہے۔

■

Dr. Ziaul Hasan
Hzt Peer Burhan Chowk
Lane 15
Nanded - 431605 (Maharashtra)
Mob.: 9764127458

یلور کفیل

مٹی کی خوشبو

بچے حیرت زدہ تھے! انھیں یقین نہیں ہو رہا تھا۔ میٹروسٹی میں پرورش پانے والے بچے ان باتوں سے ناواقف تھے۔ بارش میں سڑکوں پر بھرے پانی میں چھپ چھپ کھیلنا۔ چولہے پر پکی موٹی موٹی روٹیاں، مٹّی کی ہنڈیا میں پکا ہوا سالن، گرمی میں آم کے باغ میں ٹیوب ویل پر نہانے جانا۔ گھر کی بڑی بوڑھیوں کی نصیحت۔

"دوپہر میں گھر سے مت نکلنا نہیں تو چیل سر پر انڈا چھوڑ دے گی۔"

"خالہ بتاتی تھیں کہ رمضان کے مہینے میں سحری کے وقت لوگوں کو جگانے کے لیے جھنڈ نکلتے تھے۔ لوگ نعت پڑھتے اور نعرے لگاتے محلّوں میں گھومتے پھرتے تھے تاکہ سحری میں لوگ جاگ جائیں۔ پورے رمضان بچوں کی موج ہو جاتی تھی وہ بھی کسی نہ کسی طرح ان جھنڈوں میں شامل ہو جاتے۔ کہیں سحر و افطار کے وقت بڑے بڑے نقّارے (ڈھول) بجائے جاتے تھے اور بم پھوڑے جاتے تھے۔

"ہائے! اب کہاں وہ رونقیں؟ اب تو سحری اور افطار میں مسجدوں سے سائرن بج جاتے ہیں۔ لوگ موبائل میں ٹائم سیٹ کر لیتے ہیں۔

دس پیسے پانچ پیسے، چونّی اور اٹھنّی کے سکے چلتے تھے۔ بچوں کو پانچ یا دس پیسے خرچ کے لیے ملتے تھے وہ ان کے لیے ایسی نعمت ہوتے جیسے انھیں سارے جہان کی دولت مل گئی۔ بچوں کے کھانے کی کتنی مزیدار چیزیں ملتی تھیں؟ زیرے کی گولی، سنترے کی گولی، چنے کی دال کی ٹکیا، کھانڈ اور کچری جو پانچ پیسے کی آتی تھی، اگر کبھی چونّی مل جاتی تو پانچ کچریاں خرید کر انھیں پانچوں انگلیوں میں پھنسا لیتے اور پھر مزے لے لے کر کھاتے، جس کے پاس

جتنا زیادہ مال ہوتا اس سے اتنا ہی رشک کرتے۔ پانچ یا دس روپے کا نوٹ تو شاید کبھی عید کے موقع پر ہی ملتا تھا۔ رشتے داروں کے گھر جا کر انھیں سلام کرتے تو عیدی ملتی۔ بار بار گنتے کہ اب کتنے پیسے جمع ہو گئے۔ ایک دوسرے سے ملاتے کہ تمھارے پاس کم ہیں اور ہمارے پاس زیادہ۔ اس دن ہماری موج ہوتی۔ گھر والے بار بار تاکید کرتے کہیں دور نہ نکل جانا محلّے ہی میں رہنا؟ لیکن ہم لوگ دوستوں کے ساتھ مل کر محلّہ شفاعت پوتہ میں جہاں شیعوں کی جامع مسجد کے پاس عید کا میلا لگتا۔ پہنچ جاتے وہاں جھولا جھولتے اور جو ہمارا دل چاہتا کھاتے پیتے۔

جانتے ہو ہمارے کپڑے سال میں شاید دو ہی بار بنتے تھے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقعے پر یا شادی بیاہ میں۔ ورنہ بڑے بھائی کے جو کپڑے چھوٹے ہو جاتے تھے وہ ہمیں مل جاتے۔ ایسا نہیں کہ صرف کھانا پینا اور موج میلا ہی تھا؟ ہماری پڑھائی لکھائی بھی ایسی ہی تھی۔ لکڑی کی تختی تھی قلم دوات، سلیٹ، چاک، کچی پنسل اور تختی۔ جو بچے مدرسے یا سرکاری اسکول میں پڑھنے جاتے وہ ،ا، ب، ت، لکھنے کے لیے لے جاتے۔ اس وقت شہر میں چند پرائیویٹ اسکول تھے زیادہ تر بچے سرکاری اسکولوں اور مکتب و مدرسے میں پڑھتے تھے۔ روز ہاتھ منھ دھویا ٹوپی لگائی اور سپارا پڑھنے جاتے۔ ہمارے مولانا صاحب اللہ انھیں بخشے، اتنے سخت کہ پتلی قمچی رکھتے اور جس نے ذرا غلط پڑھا۔ بس اس کی خیر نہیں اور اگر کوئی پڑھنے نہیں آتا تو کچھ بچوں کو اس کے گھر بھیج دیتے جو اس بچے کو اٹھا کر لے

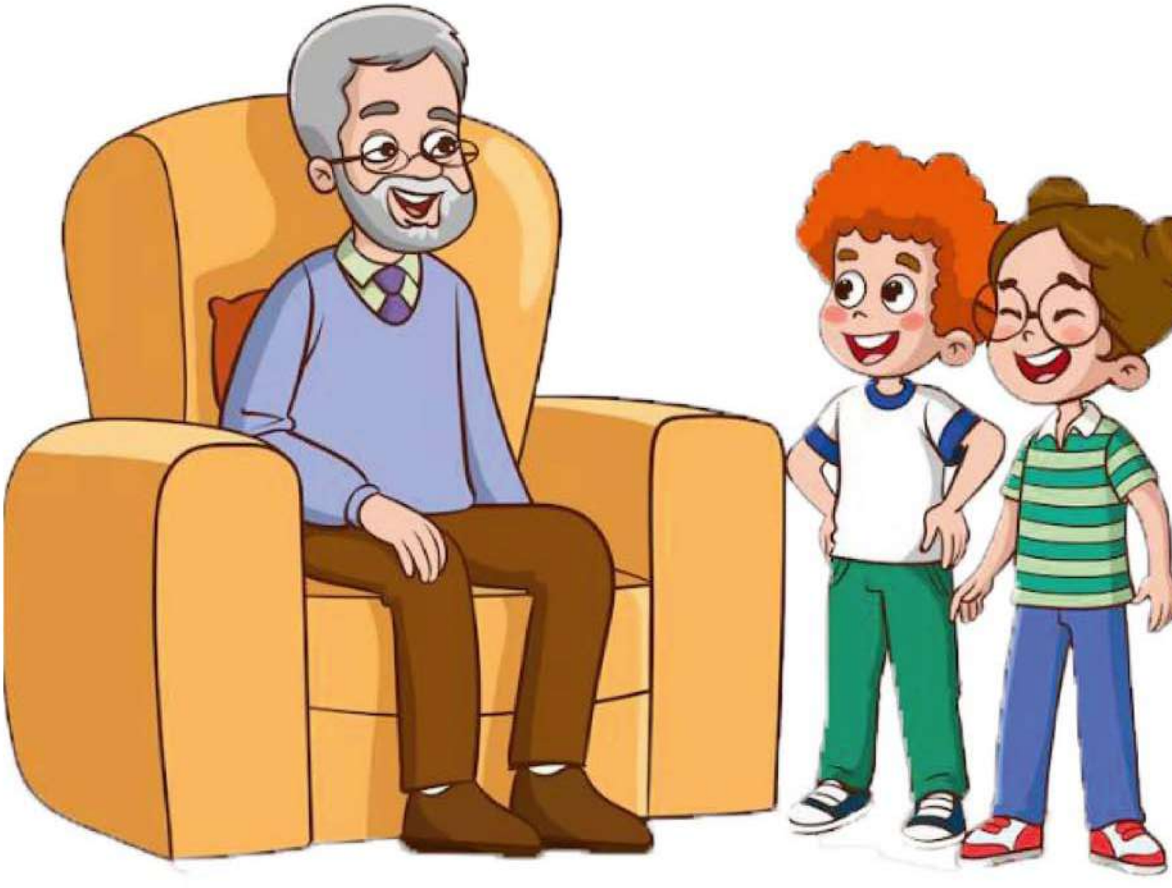

آتے جسے بچے 'ڈلّم ڈولی' کہتے تھے۔

''اُف! کیا زمانہ تھا۔''

پتہ ہے اس وقت لوگوں کے گھر کچے ہوتے تھے یا چھوٹی اینٹ اور مٹی کے گارے سے بنے ہوتے تھے یہ چھوٹی اینٹ لکھوری اینٹ کہلاتی تھی۔ زیادہ تر گھروں میں امرود اور بیری کے پیڑ ہوتے تھے جب ان میں پھل آتے تو سڑک کے کنارے جو پیڑ ہوتے بچے ان سے امرود اور بیر توڑ کر کھاتے، لیکن ہاں! اس وقت ایک بات ضرور تھی کہ صرف اپنے ماں باپ کا ہی نہیں محلے کے بڑے بزرگوں تک کی عزّت اور احترام کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی بچہ کچھ غلطی کرتا تو محلّے کا کوئی بھی بزرگ اسے ڈانٹ دیتا تھا۔

''کھاؤ! کھاؤ— بیٹا''

انصار میاں نے اپنے اردگرد بیٹھے پوتوں اور پوتیوں سے کہا۔ ان سب کے ہاتھوں میں کٹورے تھے جن میں ہرے رنگ کی کوئی چیز موجود تھی۔ بچے حیرت سے اپنے ہاتھ میں پکڑے کٹورے میں موجود اس چیز اور اپنے دادا انصار میاں کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ دادا کی باتیں سن کر انھیں لگ رہا تھا کہ یہ کوئی اور مخلوق ہے جو کسی سیارے سے اس دنیا میں آ گئی ہے جسے ایلین کہتے ہیں، لیکن وہ سوچ رہے تھے کہ ان کی اڑن تشتری یعنی سپیس شٹل کہاں ہے، کیونکہ دادا کی باتیں ان کے سر کے اوپر سے گذر رہی تھیں اور جو چیز انھیں کھانے کے لیے دی گئی تھی اس کے بارے میں جان کر تو ان کی حیرانی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

''کھاؤ، کھاؤ! بیٹا، یہ گنّے کے رس کی کھیر ہے۔''

گنّا یعنی شوگر کین (Sugar Cane) کی کھیر؟

بچے پس وپیش میں تھے انھوں نے تو گنّے کا جوس مال میں ایک دو بار پیا تھا، جس کی قیمت بھی سو روپیہ تھی یا بڑے شہروں میں سڑک کے کنارے جوس کے اسٹال و دکانوں میں یہ جوس ملتا تھا، لیکن انھوں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اس جوس کی کھیر بن سکتی ہے۔ وہ حیرانی سے دادا کی باتیں جو ان کے زمانے کی تھیں بڑے غور سے سن رہے تھے۔ انصار میاں امروہہ میں مقیم تھے ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ممبئی جا بسے تھے۔ دونوں کے بڑے بزنس تھے۔ ان کے بچّوں نے اپنی پیدائش سے ہی ہر طرح کا عیش و آرام دیکھا تھا، لیکن بچوں نے کبھی دادا کا گھر نہیں دیکھا تھا۔ اب انصار میاں نے اپنی زمین و جائداد کو بانٹنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس سلسلے میں انھیں گھر بلایا تو وہ سب اپنے بیوی بچّوں کے ساتھ امروہہ آ گئے کہ اس بہانے بچّے ہمارے آبائی وطن کو دیکھ لیں گے۔

بچوں کی سمجھ میں دادا کی باتیں زیادہ نہیں آئیں لیکن دادا کا بڑا گھر بان کی بنی ہوئی چارپائیاں، ہاتھ کا نل، نشانی بطور بنا ہوا مٹّی کا چولہا، لائٹ کا جانا، مچھروں کی بھنبھناہٹ یہ سب انھیں عجیب لگ رہا تھا لیکن ان سب باتوں میں انھیں لطف بھی آ رہا تھا۔ انصار میاں خوش تھے کہ ان کے بچّے اور پوتے پوتیاں کسی بہانے اپنی زمین سے جڑ گئے۔

بچوں کی دادی نے ان کی کھیر میں تھوڑا دودھ ڈال دیا، بچوں کو گنّے کے رس کی کھیر بہت پسند آئی۔

■

Yawar Kafeel
Moh - Lal Masjid, Amroha
Distt - Amroha
Pin - 244221
Mob : 9058677019

خلور نقیب

سبزیوں کا مشاعرہ

موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں میں طرح طرح کی سبزیوں کے پودے اور بیل بوٹے جھوم رہے ہیں۔ ہر طرف مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ مرچ کے پودے لہلہا رہے ہیں۔ ہری اور سرخ مرچ کے گچھے جھوم جھوم کر گیت گا رہے ہیں۔

کھیت جل تھل بنا ہوا ہے۔ دو کسان کندھے پر ہل رکھے، بیلوں کو ہانکتے اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ ان کے درمیان حال ہی میں ہوئے مشاعرے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

اچانک بارش تیز ہوگئی۔ وہ دونوں رک گئے اور بیلوں کو روک کر پگڈنڈی پر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی مشاعرے کا ذکر چل پڑا۔ ایک سرخ مرچ ان کی مزے دار باتوں کو غور سے سن رہی ہے اور جب وہ رہ رہ کر سر ہلاتی ہے تو گچھے کی دوسری مرچیں بھی جھومنے لگتی ہیں۔

بارش اور تیز ہونے لگی۔ سرخ مرچ کچھ سوچ کر زور زور سے سر ہلانے لگتی ہے اور پودے سے اتر کر پگڈنڈی پگڈنڈی کھیتوں کو پاٹتی ہوئی آلو کے کھیت میں پہنچتی ہے۔ دیکھتی ہے۔ جگہ جگہ آلو کے ڈھیر جمع ہیں۔ مرچ، آلو کے ایک ڈھیر پر چڑھ جاتی ہے۔ کئی آلو کسمسا کر اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ ڈھیر سے ایک بڑا سا آلو سر ابھارتا ہے۔ مرچ کو کیچڑ سے لت پت دیکھ کر ہنس دیتا ہے۔

آلو: بی مرچ! کیا بارش کے مزے لے رہی ہو؟

بی مرچ: ہاں، مزے تو لے رہی ہوں۔ لیکن اس وقت آنے کا مقصد کچھ اور ہے۔

آلو: تو پھر بتاؤ، آخر وہ مقصد کیا ہے؟

بی مرچ: میں نے ابھی ابھی دو کسانوں کو مشاعرے کے بارے میں بات کرتے ہوئے سنا۔ ان کی باتیں بڑی ہی دل چسپ تھیں۔ میں نے سوچا کہ ہم بھی کیوں پیچھے رہیں؟ کیا ہم ساری سبزیاں مل کر ایک مشاعرہ منعقد نہیں کر سکتے؟

آلو: کیوں نہیں کر سکتے۔ لیکن مشاعرے کا سارا انتظام کون کرے گا؟

بی مرچ: آپ اجازت دیں تو میں اپنے دوستوں کی مدد

سے سارا انتظام کر سکتی ہوں۔

آلو: (خوش ہو کر) بی مرچ! تم بہت ہی حوصلہ مند ہو۔ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں۔ تم اپنے دوستوں کی مدد سے ہماری برادری کے تمام بھائی بہنوں کو مشاعرے کی خبر کر دو۔

آلو سے اجازت ملتے ہی بی مرچ اپنے دوستوں کے پاس پہنچ جاتی ہے اور مشاعرے کا ذکر کرتی ہے۔ اس کی سہیلیاں خوش ہو کر اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شملہ مرچ، کدّو اور دوسری سبزیاں بھی کندھے سے کندھا ملا کر مشاعرے کے انتظام میں لگ جاتی ہیں۔

اُدھر آلو کے کھیت میں بھی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ کئی سبزیوں نے مل کر کھیت کو ہموار کیا۔ دوسری سبزیاں اسٹیج بنانے اور سجاوٹ میں مصروف ہو گئیں۔

دوسرے دن صبح سویرے کدو کی سواری نکلتی ہے۔ چار شملہ مرچ کدو کو اپنے کندھوں پر اٹھائے چل پڑتی ہیں۔ سواری پر مرچ، آلو اور دوسری سبزیاں ہاتھوں میں اشتہار اٹھائے کھڑی ہیں۔ بی مرچ بلند آواز سے اعلان کر رہی ہے سنو، سنو ذرا غور سے سنو...، اعلان سنتے ہی باغ اور کھیتوں میں ہل چل سی مچ گئی۔ طرح طرح کی سبزیاں سواری کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ بی مرچ نے پھر سے اعلان کیا۔ ''سبزی برادری کے بھائیو اور بہنو۔ آئندہ کل آلو کھیت میں سبزیوں کا مشاعرہ ہو گا۔ تمام بھائی بہنوں کو مشاعرہ سننے اور شعر سنانے کی دعوت دی جاتی ہے۔'' اعلان سن کر سبزی برادری میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ٹماٹر، گاجر، شلجم، گوبھی، پودینہ، کریلا اور دوسری سبزیاں کاغذ قلم سنبھال لیتی ہیں۔ جو سبزیاں کھیتوں سے گاؤں اور شہروں میں بکنے کے لیے پہنچیں انھوں نے بھی بازاروں کی دوسری سبزیوں کو مشاعرے کی خبر کر دی۔ دوسرے دن کا سورج نکلتے ہی بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ بازاروں میں تو کہرام مچ گیا۔ اچانک دکاندار اور خوانچے والے چلانے لگے۔ پکڑو، پکڑو، بھاگ رہی ہیں، جانے نہ پائیں، پکڑو، پکڑو... لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ سبزیاں ٹوکری اور خوانچے سے کود کود کو بھاگ رہی ہیں۔ ایک صاحب کے تھیلے سے دو چار بیگن پھدک کر نکلے اور منہ اٹھائے دوڑتے چلے گئے۔ سبزی منڈی سے خبر آئی کہ سبزیاں بوروں کو پھاڑ کر رفو چکر ہو گئی ہیں۔ ادھر کئی عورتوں کو دیکھا گیا کہ ہاتھوں میں چاقو چھریاں لیے دروازے پر کھڑی ہائے ہائے کر رہی ہیں اور آلو، ٹماٹر، گوبھی، پالک وغیرہ سبزیاں دروازے سے نکل کر بھاگ رہی ہیں۔

ایک دکان دار پر اتنی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ وہ آلو کے بورے پر جم کر بیٹھ گیا۔ لیکن مشاعرے کے شوق نے آلووں میں ایک نئی طاقت بھر دی۔ انھوں نے بورے کے اندر ایسی اودھم مچائی کہ بورا پھٹ گیا۔ آلوؤں نے خوشی کا نعرہ لگایا اور یہ دیکھے بغیر کہ بے چارا دکان دار چاروں خانے چت پڑا کراہ رہا ہے۔ کھیت کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس طرح سبزیوں کی اک بڑی تعداد بھاگم بھاگ آلو کھیت میں جمع ہو جاتی ہے، اسٹیج پر کئی سبزیاں سج دھج کر بیٹھی ہیں۔ ایک کرسی پر بڑا سا آلو سر پر تاج رکھے بیٹھا ہے۔ بی مرچ ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑے مائک پر آتی ہے۔

بی مرچ: سبزی برادری کے بھائی بہنوں کو سلام عرض ہے۔ میں اس مشاعرے کی صدارت کے لیے محترم آلو مہاراج کا نام پیش کرتی ہوں (سبحان اللہ، سبحان اللہ، ہم اس کی

تائید کرتے ہیں، کی آواز بلند ہوتی ہے) اب میں آلو مہاراج سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ شمع روشن کر کے اس محفل کے حسن کو دوبالا کریں۔

آلو مہاراج شمع روشن کرتے ہیں اور سبھوں کو مبارک باد دیتے ہیں، ایک مرچ آگے بڑھ کر آداب بجالاتی ہے اور مہاراج کو گلدستہ پیش کرتی ہے۔

بی مرچ: بھائیو اور بہنو! میں سب سے پہلے لال ٹماٹر سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اپنا کلام پیش کریں۔

لال ٹماٹر: تمام بھائی بہنوں کو سلام عرض ہے۔

غزل کے دو تین اشعار پیش کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ٹماٹر ٹماٹر ٹماٹر ٹماٹر ہوں سالن کا راجا سراسر سراسر
اچاروں کو دیتا ہوں لذت انوکھی سلاد اور سالن کو کرتا ہوں بہتر
مرا شعر سن کر سبھی بول اٹھے مکرر مکرّر مکرّر مکرّر

واہ واہ، بھئی خوب کی آواز ابھرتی ہے، لال ٹماٹر آداب کرتا ہوا رخصت ہو جاتا ہے۔

بی مرچ: حضرات مجھے امید ہے کہ یہ محفل خوب جمے گی۔

اب میں جناب کریلا صافی کو دعوت دیتی ہوں۔ وہ مائک پر آئیں اور کلام پیش کریں۔

کریلا صافی: چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں (ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

عرض کیا ہے۔

دیکھیے، کتنا ہرا لگتا ہوں میں
شکل و صورت سے بھلا لگتا ہوں میں
پیٹ کے کیڑوں کو کر دیتا ہوں صاف
جسم سے پھوڑوں کو کر دیتا ہوں صاف
میرے پتے بھی دوا کا کام دیں
راحت و آرام کا پیغام دیں

سننے والوں نے خوب واہ واہ کی۔

بی مرچ: حضرات، اس مشاعرے کے لیے ہمارے بڑے بھائی گول کدو نے جو قربانی دی ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ میں بڑے ہی احترام سے ان کو کلام پیش کرنے کی دعوت دیتی ہوں۔

گول کدو (لنگڑاتا ہوا مائک پر آتا ہے) حضرات! میں بہت ہی خوش ہوں کہ ہم سب ایک جگہ جمع ہیں اور مشاعرے کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ کلام حاضر کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

جگ میں مشہور ہے، بہت کدو سب کو منظور ہے بہت کدو
میری بیلوں میں ہے عجب لذت کہہ رہی ہے یہ برملا خلقت
لوگ مجھ پر یہ ظلم ڈھاتے ہیں پھول، پتوں کو نوچ کھاتے ہیں
لوگ چیخے کہ لے گیا دیکھو جُل ہمیں پھر سے دے گیا لوگو
چوٹ پھر ہم کو دے گیا بندر گول کدو کو لے گیا بندر

آلو کھیت واہ واہ کی آواز سے گونج اٹھتا ہے۔

بی مرچ: بھائی کدو نے مشاعرے میں جان ڈال دی ہے۔ اب میں پالک بیگم سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنا کلام پیش کریں۔

پالک بیگم: حضرات غزل کے دو شعر پیش کر رہی ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دیکھیے اور مجھ کو ہر دم کھائیے اپنی بینائی کو طاقت دیجیے
فائدہ ہی فائدہ ہوں سر بہ سر میری چاہت دل میں پیدا کیجیے

واہ واہ، خوب ہے خوب ہے، کی آواز ابھرتی ہے۔ پالک بیگم ہنستی ہوئی رخصت ہو جاتی ہے۔

بی مرچ: اب میں گوبھی خانم کو دعوت دیتی ہوں۔ وہ مائک پر تشریف لائیں۔

گوبھی خانم: چند اشعار پیش کرنے کی جرأت کر رہی ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

پھول ہوں لیکن مجھے سونگھے گا کون
کانچ کے گل دان میں رکھے گا کون
موسمِ سرما کی ٹھنڈی رات میں
اون کی چادر مجھے بخشے گا کون

واہ واہ، ماشاء اللہ کی آواز آتی ہے۔

بی مرچ: محترم حضرات! اس مشاعرے کو اور بھی لذیذ بنانے کے لیے میں آپ کے سامنے گاجر حلوے والی کو پیش کر رہی ہوں۔ ان کو سنیے اور مزے لیجیے۔

گاجر حلوے والی: حضرات! پہلے چار مصرعے حاضر کر رہی ہوں۔

(ارشاد ارشاد کی آواز بلند ہوتی ہے)

میرے مالک کی عطا کچھ اور ہے
اس لیے میری ادا کچھ اور ہے
سیکڑوں حلوے مزے کے ہیں مگر
میرے حلوے کا مزا کچھ اور ہے

پوری محفل واہ واہ کر اٹھتی ہے۔ کئی سبزیاں ہونٹ چاٹنے لگتی ہیں۔

بی مرچ: اب میں مشاعرے کے صدر آلو مہاراج سے اپنا کلام پیش کرنے کی اجازت چاہتی ہوں۔

(آلو مہاراج سر کے اشارے سے اجازت دیتے ہیں)

بی مرچ: میں اپنی نظم 'مرچ نامہ' پیش کرنے جا رہی ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

(ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

مرچ نامہ پیش کرتی ہوں حضور — بزم میں پھیلے گا اس سے رنگ و نور
مجھ کو کھا کر رال ٹپکاتے ہیں سب — بارہا پلکوں کو جھپکاتے ہیں سب
گرچہ دنیا میں بہت مشہور ہوں — دلی والوں کو مگر منظور ہوں
ہنستے گاتے کھا گئے مٹھو میاں — فن عجب دکھلا گئے مٹھو میاں

واہ واہ، کیا سریلی آواز ہے، سبحان اللہ، سبحان اللہ، طرح طرح کی آوازوں سے آلو کھیت گونج اٹھتا ہے۔

بی مرچ: حضرات، بہت بہت شکریہ۔ اب میں جناب بیگن سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ مائک پر تشریف لائیں۔

بیگن: چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دھن کے پکّے لگتے ہیں بھولے بھالے لگتے ہیں
بیگن کھانے والے لوگ بیگن کھانے والے لوگ
محفل محفل چھاتے ہیں گیت انوکھے گاتے ہیں
بیگن کھانے والے لوگ بیگن کھانے والے لوگ

پوری محفل واہ واہ کر اٹھتی ہے، بیگن ہنستا ہنساتا ہوا رخصت ہو جاتا ہے۔

بی مرچ: حضرات، محفل کو اپنی خوشبوؤں سے مہکانے والے شاعر پودینہ سرسبز آپ کے سامنے تشریف لا رہے ہیں۔

پودینہ سرسبز: کافی دیر ہو چکی ہے۔ چند اشعار حاضر کر رہا ہوں۔

(ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

عرض کیا ہے۔

سالن کو مہکاتا ہوں پودینہ کہلاتا ہوں
چٹنی بن کر لوگوں کو کھانے پر اکساتا ہوں
پودینہ کہلاتا ہوں
یخنی، بریانی کو میں خوشبو سے نہلاتا ہوں
پودینہ کہلاتا ہوں

واہ واہ کی آواز سے محفل گونج اٹھتی ہے۔ پودینہ اپنے گچھے کو ہلاتا ہوا رخصت ہوتا ہے۔

بی مرچ: محترم حضرات! اب یہ شمع کچھ ہی دیر میں بجھنے والی ہے۔ اس سے پہلے کہ صبح کا نور پھیلے میں جناب شلجم کو دعوتِ سخن دیتی ہوں۔ وہ اپنا کلام پیش کریں۔

شلجم: (اپنے پتوں کو جھٹک کر) کلام حاضر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اپنے اندر خون پیدا کیجیے مجھ کو کھا کر سرخ، چہرا کیجیے
میرا سالن اور میرا شوربہ دے زباں کو اک انوکھا ذائقہ
مجھ کو آنا تھا یہاں، سو آ گیا سبزیوں کی بزم پر میں چھا گیا

واہ واہ کی زوردار آواز ابھرتی ہے۔ شلجم اپنے خوبصورت پتوں کو ہلاتا ہوا رخصت ہو جاتا ہے۔

بی مرچ: بھائیو اور بہنو! اب دل تھام کر بیٹھیے۔ آپ کے سامنے اس مشاعرے کے صدر آلو مہاراج تشریف لا رہے ہیں۔

آلو مہاراج: تمام بھائی بہنوں کو سلام عرض ہے۔ میں آپ سبھوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیجیے، چند اشعار حاضر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

میری شہرت ہے زیادہ پر طبیعت کا ہوں سادہ
مجھ پہ اللہ کی ہے رحمت مجھ سے سالن میں ہے برکت
رات گھٹ کر ہوگئی کم صبح ہوگی اب کسی دم
الوداع کہتا ہوں سب کو الوداع کہتا ہوں سب کو

آلو کھیت واہ واہ کی آواز سے گونج اٹھتا ہے۔ سبزیاں نعرے لگانے لگتی ہیں۔ آلو مہاراج۔ زندہ باد آلو مہاراج، زندہ باد۔ اسی وقت دور سے مرغ کے بانگ دینے کی آواز آتی ہے اور شمع بھڑک کر بجھ جاتی ہے!!!!

■

Khawar Naqeeb
"TARWEEJ", At-Daryapur,P.O- Kood
Sungra, Dist, Cuttack - 754221 (Odisha)
Mob.:7605902971

محمد خلیل

آم کی طبی اہمیت

پھلوں میں آم کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے، کیونکہ آم کی خوشبو، رنگ اور اس کی غذائیت اس کی اہمیت بڑھا دیتی ہے۔ قدیم زمانے سے ہی لوگ آم سے واقف ہیں۔ کہتے ہیں 327 سے قبل آم کی دریافت ہندوستان میں ہوئی تھی۔ مشہور کتاب ’آئین اکبری‘ میں آم کے بارے میں تفصیل سے جانکاری دی گئی ہے، جو 1590 میں شائع ہوئی تھی۔ مغل بادشاہ اکبر نے دربھنگہ میں ایک آم کا باغ لگوایا تھا، جسے لکھی باغ کے نام سے پکارا گیا کیونکہ اس باغ میں ایک لاکھ آم کے درخت لگائے گئے تھے۔ کہتے ہیں مغل بادشاہ بھی آم کے شوقین تھے۔ آم ہندوستان سے ہی دوسرے ملکوں میں پہنچا۔ 7ویں صدی میں ہیون سانگ چینی مسافر نے آم کا ذکر کیا ہے۔ دنیا میں آم کی کل پیداوار کا ساٹھ فیصد حصہ ہندوستان میں ہوتا ہے، آم ملک سے بڑی تعداد میں باہر بھیجا جاتا ہے جس سے ملک کی صنعت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

بقول ماہرین آم کی اب تک تقریباً چار ہزار قسمیں دریافت ہوچکی ہیں، لیکن کھانے کی پچاس قسموں کو لذیذ بتایا گیا ہے اور ان کی بھی بہت ساری قسمیں ہیں، پھر بھی دسہری، لنگڑا، چوسہ اور سفیدہ سے تو سبھی واقف ہیں۔ آم کی کاشت ملک کے سبھی حصوں میں ہوتی ہے، خاص طور پر اتر پردیش میں ان کے باغ سب سے زیادہ ہیں اور اتر پردیش میں سب سے زیادہ قسمیں امروہہ کے باغات میں موجود ہیں۔ آم سے کسی پھل کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت سے طریقوں سے استعمال کیا

جاتا ہے۔ آم جب چھوٹا ہوتا ہے تو اسے چٹنی بنانے کے لیے اور تھوڑا بڑا ہونے پر اس سے اچار اور مربہ تیار کرتے ہیں، کھٹائی بھی آم سے ہی تیار کی جاتی ہے۔ اس طرح آپ آم کی لذت پورے سال اٹھا سکتے ہیں۔

آم صرف لذیذ ہی نہیں ہے بلکہ ہماری صحت کے لیے بھی مفید ہے اور ہماری قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ آم میں نہایت اہم کیمیائی اجزا پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس میں پروٹین، کاربوہائیڈریٹ، وٹامن سی کافی مقدار میں موجود ہے۔ معدنی نمکیات کی مقدار بھی پائی جاتی ہے۔ یہ ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آم کے پھل اور اس کی گٹھلی گری میں پروٹین فیٹس (چربی) اور کاربوہائیڈریٹس کی کافی مقدار پائی جاتی ہے۔

ماہرین کے خیال میں پکے ہوئے آم کے گودے کے استعمال سے جسم پھرتیلا ہوجاتا ہے اور جسم کو طاقت پہنچاتا ہے۔ بھنے ہوئے کچے آم کے استعمال سے ہیضہ اور پلیگ کی شکایت کو دور کیا جاسکتا ہے۔ آم کا پنّا جو بھنے آم کے گودے سے تیار کیا جاتا ہے جو لو لگ جانے پر مفید ثابت ہوتا ہے اور پنے کا استعمال لو لگنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ آم کی پتیوں کے دھوئیں سے ہچکی کی شکایت دور ہوجاتی ہے اور گلے کی کئی دوسری تکلیفوں کو دور کرنے میں بھی اس کا دھواں کارگر ثابت ہوتا ہے۔ دمے کے مریضوں کو آم کی گٹھلی کی گری دوا کے طور پر دی جاسکتی ہے۔ آم کے درخت سے نکالا ہوا گوند اور آم کی شاخوں کو توڑنے پر نکلے ہوئے دودھ میں لیمو کے عرق کو ملانے کے بعد جلد پر لگانے سے کئی جلدی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔

صنعتی طور پر آم کی گٹھلی بھی بے حد مفید ہے کیونکہ آم کی گٹھلی سے تیل نکالا جاتا ہے۔ آم کے تیل کا استعمال دواؤں کی تیاری اور صابن کی تیاری میں ہوتا ہے۔ تیل نکالنے کے بعد گٹھلی کے فضلوں کو کھاد کی شکل میں استعمال کرتے ہیں۔ آم پیٹ اور آنتوں کی صفائی کرنے میں نہایت کارگر ہے۔ صفرے کو دور کرتا ہے۔ پیشاب لاتا ہے۔ پکے ہوئے آم کی تو کتنی ہی خصوصیات سے آپ واقف ہیں، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ کچے آم میں بھی حیاتین (وٹامن) کی مقدار پائی جاتی ہے۔ وہ مثل تو آپ نے سنی ہوگی 'آم کے آم گٹھلیوں کے دام'۔

ماہرین کے خیال میں آم کے سو گرام گودے سے تقریباً 75 کیلوری توانائی آپ حاصل کرسکتے ہیں، اس کا استعمال جانوروں کے چارے کے طور پر بھی ہوتا ہے۔ سائنس دانوں کے اندازے کے مطابق ملک میں ہر سال آم کی تقریباً بیس لاکھ ٹن گری جمع ہوسکتی ہے جب کہ جمع ہونے کی موجودہ مقدار دس ہزار ٹن تک پہنچتی ہے۔ اس کی گٹھلی سے نکالے ہوئے رقیق کا استعمال کئی مصنوعات میں ہوتا ہے۔

آم کے گودے میں ٹارٹیرک ایسیڈ پائے جاتے ہیں، اسی وجہ سے آم کھٹے ہوتے ہیں۔ یہ ایسیڈ جسم میں ایسیڈ اور سالٹ کے توازن کو قائم رکھتی ہے۔ آم میں کیلشیم کی مقدار تقریباً چودہ ملی گرام، فاسفورس سولہ ملی گرام، لوہا 0.3 ملی گرام، تھایابین 0.08 ملی گرام، روبوفلوون 0.09 ملی گرام اور حیاتین 14 ملی گرام ہوتا ہے۔ کچے آم پر نمک لگا کر کھانے سے پیاس کی شدت کم ہوتی ہے۔ کچے آم کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ پسینہ زیادہ نکلنے سے ضائع ہوئے جسم کی سوڈیم کلورائیڈ اور لوہے کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ گرمی

کی وجہ سے ہونے والی کئی بیماریوں میں کچا آم مفید ہے۔ پت کی شکایت ہونے پر کچے آم کو کالی مرچ اور شہد کے ساتھ استعمال کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ یہ پیلیا اور جگر کی بیماری میں بھی مفید ہے۔ اس کے استعمال سے جسم میں نیا خون بنتا ہے۔ آم کو دودھ کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے جسم میں طاقت اور پھرتی آتی ہے۔ آم کی چھوٹی ملائم پتیاں ذیابیطس میں فائدہ کرتی ہیں۔ اس کے لیے پتیوں کو پوری رات بھگویا جاتا ہے۔ صبح پتیوں کو نچوڑ کر پینے سے ذیابیطس کو اس کی ابتدائی حالت میں روکا جا سکتا ہے۔ آم کی چھال بچوں کے ڈپتھیریا کے مرض میں کارگر ثابت ہوتی ہے۔ چھال کے عرق کو ابلے پانی میں ملا کر غرارہ کرنے سے گلے کی کئی بیماریوں میں فائدہ ہوتا ہے۔

جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ آم کا کوئی بھی حصہ بیکار نہیں ہے۔ صنعتوں کے پھیلاؤ اور کھیتوں کو بڑھانے اور لکڑی کاٹنے کی وجہ سے آم کے درختوں کی تعداد گھٹتی جا رہی ہے۔ اینٹ کے بھٹوں کا دھواں بھی تقریبا تین کلومیٹر کی دوری تک آم کے درختوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لیے آم کے درختوں کو خراب ہونے سے بچانا ہوگا اور آم کے درختوں کو لگانے کے لیے منصوبے بنانے ہوں گے تاکہ آم کی گھٹتی ہوئی تعداد کو روکا جا سکے۔

■

Mohammad. Khalil, Scientist
H-51 Dr. Iqbal Lane
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 110025

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہو جائیں گی۔

1. پہلی بار ہندوستان میں ریلوے سروس کب شروع ہوئی ؟
2. اردو کے پہلے اخبار کا نام بتائیں؟
3. یوم مزدور کب منایا جاتا ہے؟
4. دنیا کی سب سے پرانی ایئر لائن کون سی ہے؟
5. پہلی مرتبہ رنگین ٹی وی کب دکھایا گیا؟
6. دنیا کا پہلا ڈاک ٹکٹ کب جاری کیا گیا؟
7. انگریزی کے پہلے اخبار کا نام بتائیں؟
8. نوبل پرائز کی رقم کتنی ہوتی ہے؟
9. آسکر ایوارڈ کس ادارے کی جانب سے دیے جاتے ہیں؟
10. عالمی یوم کتاب کب منایا جاتا ہے؟
11. کس نے ریڈیم اور پولونیم دریافت کیا؟
12. فطرت کا شاعر کسے کہا جاتا ہے؟
13. آئی پی ایل کا فل فارم کیا ہے؟
14. جراثیم کش ادویات کس مقصد کے لیے استعمال کی جاتی ہے؟
15. ایک غیر دھاتی معدنیات کا نام بتائیں؟
16. کھیت میں کون سی معدنیات کھاد کے طور پر استعمال کی جاتی ہے؟
17. دنیا میں کتنے عجوبے ہیں؟
18. ہندوستان کے صدر جمہوریہ کی سرکاری رہائش گاہ کا کیا نام ہے؟
19. ہندوستان کا سب سے بڑا میوزیم کہاں ہے؟
20. ہندوستان کی سب سے زیادہ آبادی والی ریاست کون سی ہے؟

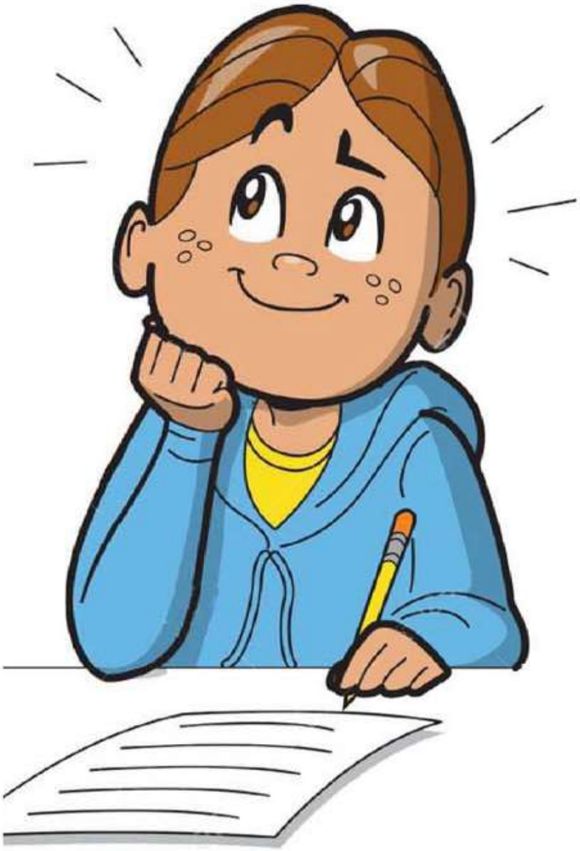

(جواب صفحہ نمبر 44 پر ملاحظہ فرمائیں)

عالیہ سیفی، درجہ پنجم، ایم سی ڈی پرائمری اسکول، نئی دہلی

صفورہ تسنیم، درجہ دوم، گورنمنٹ گرلز پرائمری اسکول، نارائن پیٹ، تلنگانہ

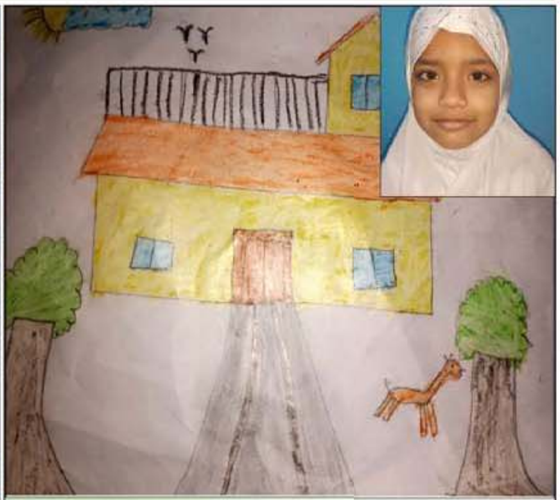

فاطمہ حسین، مدرسہ رحمت العلوم، نوکاٹولہ، رکسول، مشرقی چمپارن، بہار

روہان احمد پرویز، درجہ اوّل، رگھوبیر سنگھ جونیئر ماڈرن اسکول، ہمایوں روڈ، انڈیا گیٹ، نئی دہلی

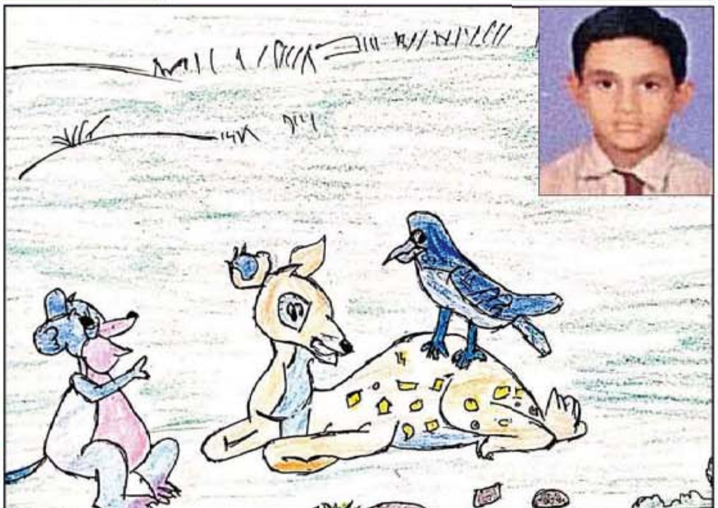

عمر شریف بیلدار، درجہ ہشتم، ژیڈ پی اردو اسکول، کسارے، مہاراشٹر

تمنا جاوید شاہ، درجہ ہشتم، ژیڈ پی اردو اسکول، کسارے، مہاراشٹر

انصاری فرزین الطاف حسین، درجہ ششم (الف)، ایل ایم سردار اردو ہائی اسکول، دیوپور، دھولیہ، مہاراشٹر

شیما قدسیہ خان، درجہ ہشتم، سائبر ایج پبلک اسکول، میڈچل، تلنگانہ

شیخ ارشد شیخ قیوم، درجہ پنجم، ژیڈ پی اردو بوائز اسکول
نمبر1، فیض پور، تحصیل: یاول، ضلع: جلگاؤں، مہاراشٹر

عریشہ سحر بشیر الدین پٹیل، درجہ چہارم، ضلع پریشد اردو اسکول، ہاشم پور (جلگاؤں، جامود، مہاراشٹر)

عائشہ فاطمہ روشن شیخ، درجہ ہفتم، محمد شریف سوداگر، میموریل ہائی اسکول، دیسئی گنج، مہاراشٹر

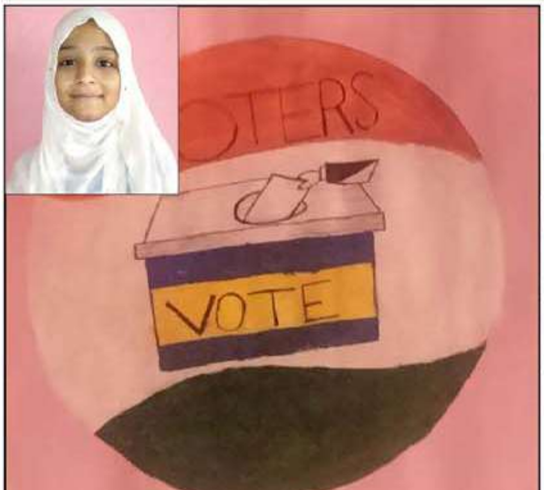

منتشا انجم شکیل احمد، درجہ نہم، گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول
حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

ننھے فنکار

سہانہ بی شیخ انیس، درجہ یازدہم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

زیبا انجم الہدیٰ، درجہ نہم، سی بی ایس ای پبلک اسکول، گوپال گنج، بہار

مریم نوشاد، درجہ ہشتم، دی اسکالر اسکول، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

ملک ریحان ڈاکر، درجہ نہم، الہدیٰ اردو ہائی اسکول، وجے پورہ، کرناٹک

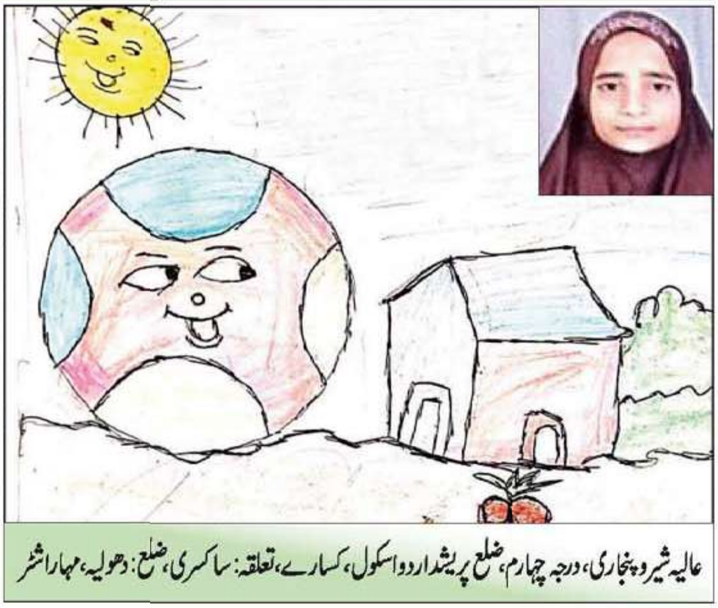

عالیہ شیرو پنجاری، درجہ چہارم، ضلع پریشد اردو اسکول، کسارے، تعلقہ: ساکری، ضلع: دھولیہ، مہاراشٹر

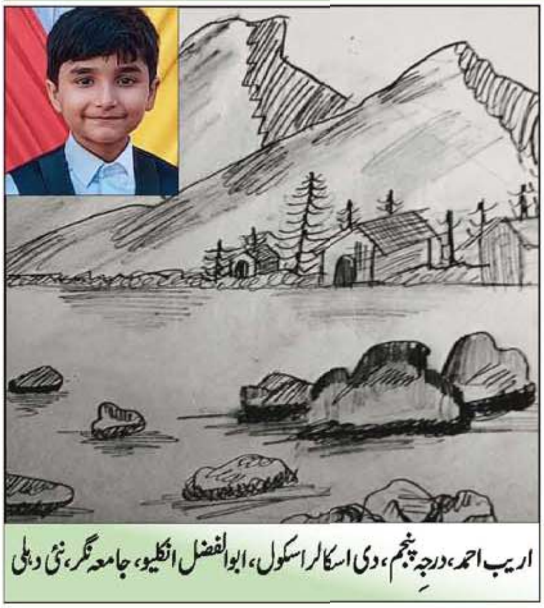

اریب احمد، درجہ پنجم، دی اسکالر اسکول، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, मई 2024, वर्ष 12, अंक 05
BACHON KI DUNIYA Monthly, May 2024 Vol. 12, Issue: 05
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/04/2024
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

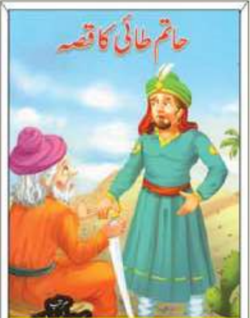

صفحات: 86، قیمت: 30 روپے

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

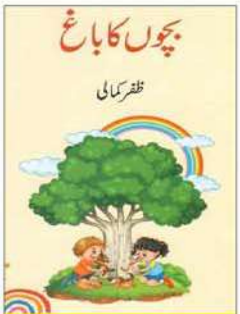

صفحات: 50، قیمت: 20 روپے

صفحات: 64، قیمت: 25 روپے

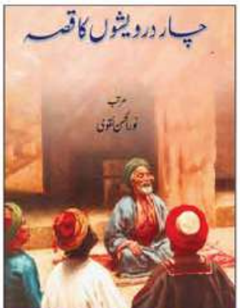

صفحات: 70، قیمت: 30 روپے

صفحات: 118، قیمت: 30 روپے

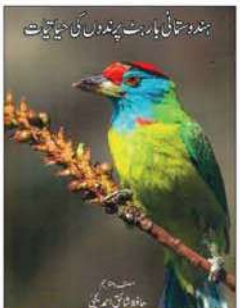

صفحات: 108، قیمت: 95 روپے

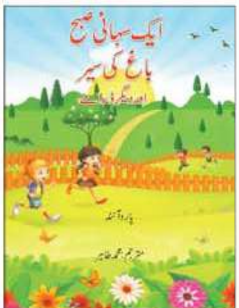

صفحات: 101، قیمت: 35 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:
شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.